الجامعۃ الاشرفیہ کے عروج و ارتقا، کی سچی دستاویز
اور
حضرت بحر العلوم کا استعفیٰ
لہو بولتا بھی ہے
مرتبہ
شہزادہ بحر العلوم مولانا شکیب ارسلان مصباحی مبارک پوری
ناشر
بحر العلوم عرس کمیٹی پورہ خضر مبارک پور اعظم گڑھ

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى (۱۵۲ انعام ۲) قرآن عظیم

ترجمہ: اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو اگر چہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو

الجامعۃ الاشرفیہ کے عروج وارتقاء کی تحقیقی دستاویز اور حضرت بحر العلوم کا استعفیٰ

قاتل نے احتیاط سے پونچھی ہے آستیں
اس کو خبر نہیں کہ لہو بولتا بھی ہے

لہو بولتا بھی ہے

مرتب

شہزادۂ بحر العلوم مولانا شکیب ارسلان مصباحی مبارک پوری

ناشر

بحر العلوم عرس کمیٹی، پورہ خضر، مبارک پور، اعظم گڑھ

موبائل نمبر: 8127546817

تفصیلات

نام کتاب: لہو بولتا بھی ہے
مرتب: شہزادۂ بحر العلوم مولانا شکیب ارسلان مصباحی مبارکپوری
صفحات: ۶۴
سن اشاعت: اکتوبر ۲۰۱۵ء
تعداد اشاعت: ۲۱۰۰
ناشر: بحر العلوم عرس کمیٹی، مبارکپور، اعظم گڑھ
قیمت: بیس روپے

حیات بحر العلوم ایک نظر میں

اسم گرامی: عبد المنان ابن عبد الغنی ابن عبد الرحیم ابن دوست محمد

لقب معروف و مشہور: بحر العلوم

تاریخ ولادت: ۷ر ربیع الآخر ۱۳۴۴ھ مطابق ۲ر نومبر ۱۹۲۵ بروز دوشنبہ

مولد و مسکن: قصبہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ

تعلیم: درجہ پرائمری تا ختم بخاری دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم، مبارکپور

آغاز تعلیم و دستار فضیلت: ۵۰-۱۳۴۹ھ دستار فضیلت ۱۳۶۶ھ

مشہور اساتذہ: حضور حافظ ملت، مولانا شمس الحق صاحب، مولانا سلیمان صاحب بھاگلپوری، مولانا عبد الرؤف صاحب، محدث ثناء اللہ صاحب، مولانا عبد المصطفیٰ صاحب ازہری، مولانا عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی

نکاح : ۹ر رجب ۱۳۶۵ھ

اولاد و امجاد: پانچ بیٹے، چار بیٹیاں

بیعت و خلافت: حضور حافظ ملت، حضور احسن العلماء، مصطفیٰ حیدر حسن میاں مارہرہ

سفر حج و زیارت: ۱۹۷۴ء عمرے چھ بار، عراق کربلائے معلیٰ، نجف اشرف وغیرہ

وصال: ۱۵ر محرم ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۹ر نومبر ۲۰۱۲ء ۹ر بج کر ۱۱ منٹ شب جمعہ

مزار اقدس: محلہ پورہ خضر مبارک پور

نذرِ عقیدت

علمائے مبارک پور بالخصوص حضرت علامہ شمس الحق صاحب۔ حضرت علامہ علی احمد صاحب قریشی، حضرت علامہ عبد الرؤف صاحب، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب، قاضی شریعت حضرت علامہ محمد شفیع صاحب قریشی، فخر القراء حضرت علامہ قاری محمد یحیٰ صاحب علیہم الرحمہ والرضوان کے نام جنہوں نے الجامعۃ الاشرفیہ کے عروج وارتقاء میں مجاہدانہ کردار ادا کیا اور شب و روز کی انتھک محنتوں اور قربانیوں سے چمن سدا بہار بنایا۔ اور اس کے پاک وجود کو مبارک پور کی سرزمین پر قائم فرمایا۔

اور مبارک پور کے ان گمنام اور سرفروش مجاہدین کے حضور نذرانہ عقیدت و محبت پیش ہے۔ جنہوں نے اپنا سب کچھ لٹا کر بھی الجامعۃ الاشرفیہ جیسے عظیم ادارے کو مبارک پور کے سر کا تاج بنایا۔ اور اس کی راہ میں آنے والی ہر قسم کی رکاوٹوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس کی ترقی کے لئے دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور مبارکپور کی ان ماؤں اور بہنوں کے نام جنھوں نے اپنے تن، بدن کے زیورات نچھاور کر کے جامعہ کو عروج بخشا۔

یا اللہ یہ ادارہ تیرے دین کا قلعہ اور مسلک اعلیحضرت کا ترجمان، پاسبان اور نگہبان ہے اس ادارے کی حفاظت فرما۔ رشوت ستانی، اور لوٹ کھسوٹ سے محفوظ و مامون فرما۔ اسلامی اور مذہبی ماحول سدا قائم فرما۔ بچوں، اچھوں اور نیکوں کے واسطے رسول پاک کے دین کے اس پرچم کو بلند فرما۔ آمین

(سگ بارگاہ بحر العلوم شکیب ارسلان مصباحی مبارک پوری)

نگاہِ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں
وہ آدمی ہے جسے دیکھنے کی تاب نہیں

عزیز حافظ ملت کون! بحر العلوم آپ ہیں

۱۔ حضرت حافظ ملت کی چاہت پر جامعہ اشرفیہ میں آیا کون — بحر العلوم آپ ہیں
۲۔ حضرت حافظ ملت کے اہم سے اہم کاموں کا مشیر خاص ہوا کون — بحر العلوم آپ ہیں
۳۔ حضرت حافظ ملت نے جن کے تبحر علمی اور فتاوے پر اعتماد فرمایا وہ کون — بحر العلوم آپ ہیں
۴۔ حضرت حافظ ملت نے جن کو اشرفیہ کا ستون اور ریڑھ کی ہڈی کہا وہ کون — بحر العلوم آپ ہیں
۵۔ حضرت حافظ ملت نے جن کے لئے فرمایا اگر سارے مدرسین اشرفیہ چھوڑ کر چلے جائیں اور یہ رہیں تو مجھے کوئی فکر نہیں ہوگی وہ کون ہے — حضرت حافظ جی۔ اور بحر العلوم آپ ہیں
۶۔ عرس حافظ ملت کے اسٹیج پر دو بزرگوں میں سخت علمی مناقشہ شروع ہوا۔ زائرین عرس میں بے چینی بڑھی، اس مناقشہ کا سلجھانے والا کون — بحر العلوم آپ ہیں
۷۔ بدل جائے اگر مالی چمن خالی نہیں ہوتا۔ بہاریں پھر بھی آتی ہیں بہاریں پھر بھی آئیں گی اس طعن و تشنیع اور تیر و نشتر کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے والا کون — بحر العلوم آپ ہیں
۸۔ الجامعۃ الاشرفیہ کے تعمیری اور تعلیمی کانفرنس میں حضور مفتی اعظم ہند حضور سید العلماء علیہما الرحمہ کو لایا کون — بحر العلوم آپ ہیں
۹۔ جامعہ اشرفیہ میں باقاعدہ دار الافتاء قائم کرنے والا کون — بحر العلوم آپ ہیں
۱۰۔ الجامعۃ الاشرفیہ میں مجالس علمیہ فقہیہ قائم کرنے والا کون — بحر العلوم آپ ہیں
۱۱۔ الجامعۃ الاشرفیہ میں درجہ تخصص قائم کرنے والا کون — بحر العلوم آپ ہیں
۱۲۔ حافظ ملت قیام پاکستان کے حامی نہیں تھے۔ آپ کی حمایت کرنے والا کون — بحر العلوم آپ ہیں
۱۳۔ حافظ ملت دار العلوم اشرفیہ سے استعفیٰ دیکر چلے گئے دوبارہ انہیں لایا کون — بحر العلوم آپ ہیں
۱۴۔ اشرفیہ انٹر کالج جس زمین پر قائم ہے۔ انجمن اہل سنت اشرفی دار المطالعہ کے نام سے مرحوم حافظ محمد یسین صاحب رنگریز کی جد و جہد اور بیحد اصرار پر ساڑھے بارہ بسوہ زمین خریدنے والا کون — بحر العلوم آپ ہیں

وجہ تالیف

ایسی بے مثال، باکمال شخصیت بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کی ذات پر کچھ ناروا حملے شروع کردئے گئے، اور آپ کے علمی کارناموں کو دفن کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ اور آپ جیسی عظیم شخصیت کو سب و تاثر کرنے کی جرأت کی جانے لگی۔ اور بڑی سبک روی سے تاریخ سازی شروع کردی گئی۔ بحرالعلوم کی خود نوشت سوانح حیات کے الفاظ ہیں۔

الجامعۃ الاشرفیہ کی پوری تاریخ کا میں عینی شاہد ہوں۔ بلکہ اس میں شریک و سہیم رہا ہوں۔ اس کی تعمیر و ترقی میں جوانی کی ساری توانائیاں صرف کیں اور اس کے لئے جان کا خطرہ بھی مول لیا۔ جن چہروں نے ایسی جرأت کی ان کی نقاب کشائی کی غرض سے یہ کتاب دیدہ وران علم کی محفل اور ان کی بزم سے انصاف کی طالب ہے۔

کاٹ دی ساری جوانی حافظ ملت کے ساتھ　　　بازوئے معمار ملت سیدی بحرالعلوم

اس کتاب کو جامعہ اشرفیہ کے دستور، اصول، اور بنیادی مقاصد کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے۔ جو ذیل میں درج ہیں

۱۔ اس ادارے کو سیاست حاضرہ سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہیگا۔ اور اسکی جدو جہد، مذہبی، اصلاحی، تعلیمی دائرہ تک محدود ہوگی۔

۲۔ مسلک امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کی ترویج و تبلیغ کرنا۔ نیز بد مذہبوں، گمراہوں سے مسلمانوں کو بچانا۔

۳۔ ادارہ ہٰذا میں فی الحال درس نظامی مکمل درس عالیہ (الہ آباد بورڈ) درجہ قرأۃ، درجہ حفظ و ناظرہ، و پرائمری درجات کی تعلیم کو بلا فیس جاری رکھنا۔

۴۔ ادارہ کی منقولہ اور غیر منقولہ املاک کی نگرانی اور اسکی حفاظت ناظم کی ذمہ داری ہے۔

۵۔ سال بسال ادارہ کے آمد و خرچ اور کارگزاری کی روداد شائع کرنا ناظم کی ذمہ داری ہے۔

بحرالعلوم کے علمی کارناموں اور قربانیوں سے چشم پوشی اور انکی کردار کشی

کچھ سمجھ کر ہی ہوا ہوں موج دریا کا حریف　　　ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت ساحل میں ہے

مثال (۱) حضرت بحرالعلوم کے وصال کے دو سال بعد جامعہ اشرفیہ سے "مجلس شرعی کے فیصلے" کے نام سے کتاب چھپی۔ اس کے قیام اور یوم مولود کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا۔

۱۹۹۲ء میں مجلس شرعی کی تشکیل عمل میں آئی۔ جس کے صفحہ ۲۹۔۴۰۔۹۰ پر بالترتیب مولانا عبدالحفیظ صاحب مولانا محمد احمد صاحب مصباحی اور مفتی نظام الدین صاحب نے یہ اقرار نامہ تحریر فرمایا۔

حضرت بحرالعلوم کی ۱۹۸۴ء میں اشرفیہ سے علٰیحدگی ہوئی۔ وہ فرماتے ہیں۔ میرے ہی عہد میں اشرفیہ میں مجالس علمیہ، شرعیہ، فقہیہ کی ابتدا ہوئی "بحرالعلوم کی کہانی"

یہ پڑھ کر مجھے سخت تشویش لاحق ہوئی۔ کہ اشرفیہ کے تین ذمہ دار علماء فقہی سیمینار کا قیام ۱۹۹۲ء لکھتے ہیں اور بحرالعلوم ۱۹۸۴ء سے قبل تحریر فرماتے ہیں۔ اس میں سچائی کیا ہے، اس حقیقت کو جاننے کے لئے ماہنامہ اشرفیہ فروری ۲۰۱۵ء کا اقتباس پڑھیں۔ "آج سے تقریباً بائیس سال پیشتر میں نے حضرت شارح بخاری سے عرض کیا تھا۔ جدید مسائل کے حل کے لئے ایک مجلس قائم کی جائے۔ لیکن اس وقت آپ نے کوئی خاص توجہ نہیں دی، تو میں نے حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ سے عرض کیا کہ حضرت مفتی صاحب سے آپ فرمادیں۔ شاید تیار ہو جائیں۔ بہر حال انہوں نے شارح بخاری کے سامنے یہ تجویز رکھی۔ تو حضرت نے فرمایا اس سلسلہ کو کیسے آگے بڑھایا جائے۔ آپ کو تو تجربہ ہے۔ آج سے کئی سال پیشتر آپ نے یہ کام شروع کیا تھا۔ کتنے لوگوں نے آپکا ساتھ دیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ حضرت آپ یہ کام شروع کیجئے۔ آپ کا اسٹاف بہت بڑا ہے۔ انشاء اللہ کام ہوگا۔ ان کے اصرار پر مفتی صاحب نے منظور کرلیا۔

مدعی لاکھ یہ بھاری ہے گواہی تیری

آج سے کئی سال پیشتر آپ نے یہ کام شروع کیا تھا۔ کتنے لوگوں نے آپ کا ساتھ دیا تھا الخ پتہ چلا جس وقت فقہی سیمینار قائم ہو کر بند ہو گیا تھا۔ یہ وہی عہد تھا جب بحرالعلوم نے ان مجالس شرعیہ،

علمیہ،فقہیہ کوقائم فرمایاتھا۔

اوراسی عہد میں کسی سیمینار میں محقق جدید صاحب نے لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز کی تحقیق اکابرین اہل سنت خصوصاً تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی تحقیق کے خلاف پیش فرمائی تھی۔تمام شرکاء سیمینار نماز کے عدم جواز کے قائل تھے۔بحث کے کسی موڑ پر شارح بخاری نے آپ کوزبردست ڈانٹ پلائی۔اور سخت برہمی ظاہر کی'' آپ کوبراہ راست مجھ پرحملہ کرنے کی جرأت کیسے ہوئی'' آپ سہمے ہیں،اور خوف وہراس طاری ہے،اور سربراہ اعلیٰ صاحب نے فرمایا تھا۔مفتی صاحب اب کون سانیا مسئلہ آپ جائز کرنے کاارادہ رکھتے ہیں۔

بیتے ہوئے لمحوں کی کسک یادتو ہوگی

انصاف اوردیانت کا تقاضہ تھا یہ اعتراف کیا جائے کہ فقہی سیمینار کا قیام بحر العلوم کے عہد کی پیداوار ہے۔نئی تاریخ رقم کرنے کا مقصد یہ ہوا کہ بحر العلوم کے کارنامے پس پشت ڈال دیے جائیں اوردوسروں کے کارنامے اپنے نام منسوب کرلئے جائیں۔

رہی یہ بات کہ آپ کااسٹاف بہت بڑا ہے اسی وجہ سے ۷۵% فیصد فقہی سیمینار میں اسٹاف کے ہی علماء رہتے ہیں اور ۲۵% رفیصد قرب وجوار کے مصباحی علماء کرام مگر جب وہابی، دیوبندی علماء،مبارک پورآکرچیلنج کرتے ہیں اور حضور حافظ ملت کی شان میں گستاخی کرتے ہیں تو کیاوجہ ہے کہ ان کے جواب کے لئے آپ کے اسٹاف میں سناٹا چھایا رہتا ہے۔اوران کے دندان شکن جواب کے لئے گھوسی سے علماء بلائے جاتے ہیں۔

مثال(۲) اسی فقہی مجلے میں جذبۂ احسان شناسی کے تحت ان بزرگوں کاذکر خیر کیا گیا ہے۔ جوآپ کی محفل سونی اوراداس کرکے رب کریم کی آغوش رحمت کے مکیں ہوگئے۔

ان کے اسمائے گرامی اور حالات وکارنامے قلمبند کئے گئے۔محقق جدید صاحب لکھتے ہیں شارح بخاری، نائب مفتی اعظم ہند،حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی، حالات و کارنامے رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب حالات وکارنامے۔شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان صاحب عزیزی حالات اور کارنامے، بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبد المنان

صاحب حالات اور کارنامے۔اس احسان شناسی میں حضرت بحر العلوم پر بڑا رکیک حملہ اور خاموش خنجر پیوست کیا گیا ہے اور بحر العلوم کی علمی حیثیت مجروح کی گئی ہے۔اہل علم اور صاحبان فکر وفن "علامہ" اور "مولانا" کے فرق سے بخوبی واقف ہیں۔کہ علامہ کی کیاشان ہوتی ہے،اور مولانا کاکیا مرتبہ ہوتا ہے۔

حضرت علامہ عبداللہ خاں صاحب عزیزی، بحر العلوم کے وفادار اور جانثار شاگرد ہیں۔ انہوں نے حضرت کی وفاداری میں اشرفیہ سے استعفیٰ دیااور ہزار منت اور ساجت کے بعد بھی واپس نہیں آئے۔محقق صاحب نے بحر العلوم کو''مولانا'' کی صف میں کھڑا کیااور آپکے شاگرد کوعلامہ کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔کس جوش نے اس سوچ کوجنم دیااور کس تحریک نے اس حرکت پر اکسایا۔ محقق صاحب حضرت کی حیات میں بتنے مؤدب تھے ملاحظہ ہو۔حضور سیدی وشیخی،استاذی۔ومطاعی الکریم دامت برکاتہم القدسیہ،آخراطاعت شعاری کے انداز میں یہ اچانک تبدیلی کیوں آگئی۔

اوراشرفیہ کے علماء کی یہ فکری کجی انکی ہر تحریر اور کتابچے میں نظر آتی ہے۔ ۲۲رمارچ ۲۰۱۵ء کے راشٹریہ سہارا میں ایک مضمون "حافظ ملت بحیثیت معلم" چھپا۔اشرفیہ کے استاذ کوئی مولوی جنید احمد مصباحی ہیں وہ لکھتے ہیں۔خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد صاحب مصباحی آپکے مضمون کے کچھ اقتباس،پھر حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی آپ کے مضمون کے کچھ اقتباس اوران دونوں کے استاذ''مولانا محمد شفیع اعظمی علیہ الرحمہ'' آپ کے مضمون کا اقتباس آپ کے نام کے ساتھ نہ قاضی شریعت، نہ علامہ'' میں مجبور ہوں کہ کیوں نہ خیال آئے کہ تحریک کی روح کازہر کتنی خاموشی کے ساتھ عوام کے ذہن میں پلایا جارہا ہے۔

اشرفیہ ہی کے مدرس کوئی حبیب اللہ بیگ صاحب ہیں۔آپ نے عربی زبان میں یہی گل کھلائے ہیں اور تاریخ سازی کی اس روایت کو پامال نہیں ہونے دیا۔مگر یہ بیچارے بے قصور ہیں اور جن کاقصور ہے وہ بھی بے قصور ہیں۔کیونکہ انہوں نے اشرفیہ میں جب سے آنکھ کھولی ہے اسی روایت کودیکھا ہے۔ملازمت کی پہچان اور ترقی درجات کی شان اسی میں نظر آئی۔

۷۲۔۱۹۷۱ء کے قیامت خیز ہنگامے، حضرت بحر العلوم،حضرت قاضی شریعت اور

حضرت فخر القراء اس تحریک کے نامور مجاہد، جانباز سپاہی اور جاں نثار قائد تھے۔ ان کو فراموش کرنا تاریخی حقائق کا انکار اور اس کا مذاق اڑانا ہے۔ ان جاں نثارانِ اشرفیہ اور محبان حافظ ملت کے کارناموں کے گواہ اشرفیہ کے در و دیوار ہیں۔

کیا یوں ہی جگمگاتے ہیں منزل کے راستے　　لاکھوں چراغ خون شہیداں سے آئے ہیں

اور آپ نے صرف قاری محمد شفیع صاحب کا نام لکھا ہے۔ اور ان دونوں شخصیات کو فراموش کر دیا۔ آپ حضرات میں ایک خاص کمی یہ ہے کہ اپنے اساتذہ کو القاب و آداب کے حسین گلدستہ میں سجا کر ان کا دیدار کراتے ہیں۔ اور ان کے اساتذہ کا نام تک صحیح نہیں لکھتے پھر القاب و آداب کی کیا توقع۔ آپ نے قاضی شریعت حضرت علامہ محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ کو" قاری محمد شفیع اعظمی علیہ الرحمہ لکھا ہے۔ غیر معروف اور بے حیثیت انداز میں۔

مثال (۳) حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ کی تاریخ ساز شخصیت پر تجلیات رضا بریلی شریف نے ایک ماہ میں بارہ سو صفحات پر مجلہ شائع کیا۔ ہندوستان، پاکستان، افریقہ، امریکہ، ہالینڈ، برطانیہ، سعودیہ وغیرہ کے سیکڑوں علماء و مشائخ نے مضامین، پیغامات، تاثرات اور تعزیت نامے ارسال فرمائے۔ مگر،

مرے تھے جن کے لئے وہ رہے وضو کرتے

جامعہ اشرفیہ کے سربراہ اعلیٰ مولانا عبد الحفیظ صاحب نے دس سطر کا تعزیت نامہ بھی بھیجنا گوارہ نہ کیا۔ البتہ حضرت کے چہلم میں تھوڑا وقت خطاب پر صرف فرمایا۔ اور فتاویٰ رضویہ کی تحقیق و اشاعت پر حضرت علامہ عبد الرؤف صاحب کے ذکر و تذکرے، تعریف و توصیف اور انکی جانفشانی و جانکاہی کے گن گائے۔ اور حضرت بحر العلوم کا نام تک نہیں لیا۔ عرس کس کا ہے اور تعریف و توصیف کس شخصیت کی کر رہے ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے۔

کون سی بات کہاں کیسے کہی جاتی ہے　　یہ سلیقہ ہو تو ہر بات سنی جاتی ہے

آپ کی ایسی ہی بے ربط تقریر شروع ہوتے ہی مبارک پوری عوام اٹھنے لگتی ہے۔ اور تھوڑی دیر میں مجمع صاف ہونے لگتا ہے۔ آپ انہیں پکارنے لگتے ہیں۔ کہاں جا رہے ہو اور بھاگ کر کہاں جاؤ گے میری آواز تمہارے گھر تک تمہارا تعاقب کرتی رہے گی۔ تعاقب کرنے کی

ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ وعظ و خطاب تو ایسا ہو کہ

کشاں کشاں لئے جاتی ہے آرزوئے وصال　　ہر ایک قدم تیرے نزدیک آئے جاتا ہوں

کچھ لوگوں نے آپ کا فوٹو کھینچنا چاہا۔ اس پر سخت سرزنش اور تنبیہ، ڈانٹ ڈپٹ، تم لوگوں کو میں کتنا سمجھاؤں تم لوگ سمجھتے کیوں نہیں، تم لوگ سنجیدہ کیوں نہیں ہوتے۔ تم تڑاک سے خطاب آپ کا مزاج ہے، وہ چاہے آپ کے والد محترم کی عمر کا آدمی ہی کیوں نہ ہو۔

ہر ایک بات میں کہتے تم کہ تو کیا ہے　　تمہیں بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے

بہرحال فوٹو گرافی اور تصویر کشی سے منع فرمایا۔ اسی طرح عزیز المساجد میں بحر العلوم کے جنازے کا ہجوم اور ازدہام دیکھ کر ہر شخص حیران اور ششدر کسی جنازے میں بھی انسانوں کا ایسا سیلاب اب تک نہیں دیکھا تھا۔ کیا ہندو کیا مسلم سب محو حیرت، مبارک پور میں اتنی بڑی ہستی کون تھی ہم نہیں جانتے تھے ورنہ کم از کم ان کے پاؤں چھو لیتے۔

ایک بچہ اس منظر کو اپنے موبائل میں قید کر رہا تھا آپ نے اسے دیکھ لیا۔ بڑی سختی سے ڈانٹ ڈپٹ کر مسجد سے نکال باہر کیا۔ وہ فوٹو کھینچ رہا تھا جو شرعی جرم تھا۔ آپ نے برہمی ظاہر فرمائی پھٹکار لگائی۔ جنازے اور چہلم میں شریک مسلمانوں نے آپ کی جرأت حق اور ہمت مردانہ ملاحظہ فرمایا۔ آپ کی سرزنش جائز اور صحیح تھی۔ ناجائز و حرام بے ایمانی و بے انصافی پر سخت سے سخت تنبیہ ضروری ہے۔

مگر اشرفیہ کے ویب سائٹ پر فقہی سیمنار میں شریک علماء اور فقہاء وغیرہ کی نشست و برخواست، حجت و تکرار، حرکات و سکنات، مکالمے اور مباحثے پوری دنیا میں نشر کئے جاتے ہیں۔ اس وقت جرأت حق کا مظاہرہ کیوں نہیں کیا جاتا اور اس پر تنبیہ اور ملامت کیوں نہیں کی جاتی میڈیا کی ضرورت و افادیت کا پروگرام اشرفیہ میں منعقد ہوتا ہے۔ اشرفیہ کے علماء بھی شریک ہوتے ہیں۔ جس میں فوٹو گرافی اور تصویر کشی ہوتی ہے۔ اسے بند کرانے کی فکر کیوں نہیں ہوتی۔ اس وقت جرأت حق کیوں خاموش رہتی ہے۔"

چند سکوں کے حصول کی غرض سے وزیر موصوف۔ سی۔ ایم۔ ابراہیم صاحب کے ساتھ اشرفیہ کے

اساتذہ رونق اسٹیج زینت بزم ہوتے ہیں۔ پڑھنے پڑھانے کی چھٹی، تصویر کشی ہو رہی ہے اس وقت ناجائز وحرام کے فتوے کیوں نہیں دیے جاتے۔

خلافت ہاؤس ممبئی کے ۱۲ ربیع الاول کے جلوس کی قیادت کی جاتی ہے۔ اس میں بھی دھڑا دھڑ فوٹو گرافی اور تصویر کشی ہوتی ہے اس وقت جرأت حق کیوں خاموش رہتی ہے۔

جب کہ جامعہ اشرفیہ کے سمینار میں یہ اہم فیصلہ ہو چکا ہے۔ جسے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے فوٹو کے تعلق سے چیف الکشن کمیشن کے اعلان اور اس کے فوائد ونقصان کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے۔ بحث ونظر کی تحریک پیش کی۔ بوجہ ضرورت فوٹو کے جواز پر تمام فقہائے سمینار کا اتفاق ہو گیا۔ اس پر ایک اعتراض یہ ہوا کہ ابھی ضرورت شرعیہ موجود نہیں۔

تو جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب ازہری نے فرمایا کہ "عند الطلب ضرورت شرعیہ کی بنا پر فوٹو کھینچانے کی اجازت ہے پھر آپ نے فیصلہ املا کرایا جس کا متن یہ ہے۔

"چونکہ اس صورت میں عند الطلب ضرورت ملجۂ حاجت شدیدہ متحقق ہو گی لہذا خاص شناختی کارڈ کے لئے فوٹو کھینچانے کی اجازت ہو گی۔

اس سیمینار میں فوٹو کے مسئلہ پر بحث پھر فیصلہ، پھر مولانا محمد احمد صاحب مصباحی کا اس فیصلہ کی نقل" پھر مجلس شرعی کے فیصلے" میں اس کی اشاعت ہوئی۔ اس کے بعد بھی جامعہ اشرفیہ کے علمائے کرام اس حکم شرعی کی بار بار خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اور فقہی سیمنار میں طے شدہ فتوے کے خلاف عمل کر کے فقہی سیمینار کے ناموس کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی اور پیش ہے۔ جامعہ اشرفیہ کے صدر مفتی کا "اہم فتویٰ" اس کا اقتباس

مدارس کے مختلف شعبوں۔ میں اہل ولائق افراد کا تقرر انتظامیہ کی اہم ذمہ داری ہے۔ اور اپنی ذمہ داری نبھانے کے لئے انتظامیہ کا مدرسین یا خدام سے کوئی معاوضہ لینا حرام وگناہ ہے۔ گو یہ معاوضہ مدرسے کی اعانت کے لئے لیا جائے۔ اپنا کام بنانے کے لئے جو رقم پیش کی جائے وہ رشوت کہلاتی ہے تو چپراسی اور فوقانیہ، تحتانیہ کے ہونے والے ملازمین نے انتظامیہ کو رقم دینے کا معاہدہ کیا۔ وہ رشوت ہے۔ پھر رشوت دی اور انتظامیہ نے رشوت لی۔ اس لئے دونوں فریق گنہگار

مستحق عذاب نار ہوئے۔ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ اس کو چندہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی سود کو نفع اور شراب کو شربت کہے۔ نام بدل دینے سے کوئی حرام چیز حلال نہیں ہو سکتی۔ یہ بڑی فکری پستی اور سخت نافہمی ہے۔ چندے کے نام سے مدارس کی پاکیزہ دنیا کو رشوت جیسی ناپاک چیز سے آلودہ کیا جا رہا ہے۔ اور بڑی بیبا کی کے ساتھ مدرسہ کی تعمیر کے نام پر مال معصوم کی لوٹ کھسوٹ ہو رہی ہے۔ چندہ وہ ہوتا ہے جو بغیر کسی دباؤ کے اپنی خوشی سے دیا جاتا ہے۔ یہاں جو کچھ لین دین ہوا یا ہو گا وہ یقیناً سرکاری ملازمت کے حصول کے دباؤ کے تحت ہوا یا ہو گا۔ اس رقم کو چندہ کہنا شریعت پر زیادتی ہے یہ کھلی ہوئی رشوت ہے۔ اور حرام وگناہ ہے۔ فریقین پر لازم ہے کہ فوراً ایسا ناپاک معاہدہ ختم کریں۔ انتظامیہ رشوت کی رقم واپس کرے۔ اور ملازمین واپس لیں اور مدرسے میں شریعت طاہرہ کا ماحول قائم کریں اور خدارا، اسے رشوت کا اڈہ نہ بنائیں ساتھ ہی فریقین اعلانیہ توبہ واستغفار کریں۔ یہ لوگ خدائے قہار کے غضب وجلال سے ڈریں اور تقویٰ اختیار کریں۔ لوگ صدر وسکریٹری کی اصلاح کی پوری کوشش کریں نیز رشوت کے روپے ان کے حقداران کو واپس کرانے میں تعاون کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد نظام الدین اشرفیہ تفصیلی فتویٰ ماہنامہ اشرفیہ اکتوبر ۲۰۱۳ء میں ملاحظہ کریں۔

معتبر ذرائع اور متعلقہ افراد سے ہمیں خبر لگی، حال میں تیس ملازمین کی تقرری اشرفیہ میں عمل میں آئی۔

۱۔ پرائمری درجات کے اساتذہ سے ڈیڑھ دو لاکھ روپے لیکر ان کا تقرر ہوا۔ درجات عالیہ کے اساتذہ نے کچھ بھی رقم دینے سے انکار کیا۔ انہوں نے یہ کہا کہ تنخواہ آنے پر ہمیں جو سمجھ میں آئیگا چندہ دیکر رسید حاصل کر لیں گے۔

۲۔ ان ملازمین کو نصف رقم دی جاتی ہے۔ اور نصف رقم کا چک ان سے جبراً وصول کیا جاتا ہے۔

۳۔ تقرری کے وقت ایک سادہ کاغذ پر ان کا استعفیٰ نامہ بغیر تاریخ کا دستخط کرا لیا گیا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) اس طرح کا معاہدہ بھی خلاف شرع اور ناجائز وحرام ہے۔

پچھلے اوراق میں درج فتویٰ سے اس کی شناعت اور خباثت ظاہر ہے۔ اگر ایسا عمل جاری ہو تو بغور اس فتویٰ کو پڑھیں۔ اور حضور حافظ ملت کے عہد کا اشرفیہ نظر میں رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے

نقش قدم کی پیروی نصیب فرمائے۔

جب اسلامی دنیا میں دیانت داری ختم ہے۔ ظلم اور بے انصافی جاری ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کا خوف دل سے نکل چکا ہے۔ دولت کی دیوی سے محبت ہوگئی ہے۔ دین اور مذہب کے نام پر رشوتیں دیتے اور لیتے ہیں۔ چندہ کے نام پر سرکاری طور پر آئے بچوں کے وظیفے لے لئے جاتے ہیں۔ مدارس اسلامیہ کے ناظم اور صدر اس کے ارکان اس حکم شرع کو بار بار پڑھیں اور خدا کا خوف دل میں لائیں۔ اللہ ورسول کا خوف دلانے اور ناجائز وحرام کام بند کرانے کیلئے ایسے ہمدردوں سے تعاون کی درخواست بھی اس فتوٰی میں موجود ہے۔

کسی جماعت میں ہر کام اور ہر بات پر اتفاق صرف دو صورتوں میں ہوسکتا ہے۔ ایک یہ کہ اس میں کوئی سوجھ بوجھ والا نہ ہو۔ جو معاملہ پر رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس لئے اس مجلس میں کوئی ایک بات کہہ دے تو دوسرے سب اس لئے اتفاق کر سکتے ہیں۔ کہ ان کے پاس کوئی رائے اور بصیرت نہیں ہے۔ دوسرے اس صورت میں مکمل اتفاق رائے ہوسکتا ہے کہ سارے لوگ ضمیر فروش اور خائن ہیں۔ کہ ایک بات کو غلط اور مضر جانتے ہوئے محض دوسرے کی رعایت سے اختلاف کا اظہار نہ ہو۔ اور جہاں عقل بھی ہو اور دیانت بھی ہو۔ ممکن نہیں کہ اختلاف رائے نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف رائے عقل اور دیانت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور صحیح جائزہ لیا جائے تو اختلاف والے اپنے حدود کے اندر ہوں تو قوم اور جماعت کیلئے مضر نہیں۔ اسلام میں مشورے کی تعظیم وتکریم فرمانے کا یہی منشاء ہے۔

ایک ممبر سے پوچھا گیا۔ جامعہ اشرفیہ میں کیا کچھ ہو رہا ہے آپ کو نظر نہیں آتا۔ وہ فرماتے ہیں ہم لوگ کسی کھیت میں کھڑے اس ڈنڈے کے مانند ہیں۔ جن کے دو ہاتھ اور ایک سر بنا دئے جاتے ہیں تا کہ کوے یا کوئی جانور اس کھیت میں نہ آسکے۔ اس بیان کے پیش نظر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ ادارہ کا اصل ذمہ دار کون ہے۔ جس کے اشارے پر دینی عمل کے بجائے دنیا پرست جیسے لوگوں کا کام ہو رہا ہے۔

حضرت حافظ ملت تصویر کشی اور فوٹو گرافی کے سخت مخالف تھے اس کو ناجائز وحرام اور گناہ

جانتے تھے۔ بغیر فوٹو کے حج ادا فرمایا۔ مولانا شوکت علی مصباحی غازیپوری کی روایت ہے۔ ہم لوگ سبق پڑھ رہے تھے بیکل صاحب آئے عرض کیا۔ حضور کارروائی چل رہی ہے، آپ بغیر فوٹو حج کرنے جائیں گے۔ انشاء اللہ، پھر عرض کیا۔ حضور ہندوستان کی وزیر اعظم اندرا گاندھی صاحبہ آپکی زیارت کرنا چاہتی ہیں کہ وہ کون شخص ہے جو بغیر فوٹو کے حج کی خواہش کا اظہار کر رہا ہے۔ حضرت نے چہرہ اٹھایا پھر ارشاد فرمایا۔ جی آپ ان سے کہہ دیں ہم نامحرم سے نہیں ملتے۔ ذمہ داران اشرفیہ کی طرف سے حضرت پر دباؤ ڈالا گیا۔ اور مالی مشکلات کی دہائی دی گئی اگر وزیر اعظم جامعہ اشرفیہ آجائیں، کچھ دولت بھی مل جائے گی۔ اور ادارہ کو کچھ سہولت بھی دیدیں گی۔ حضرت ضرور مل لیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا میں چلا جاؤں گا۔ آپ حضرات مل لیجئے گا۔ مطلب یہ تھا کہ ادارہ اشرفیہ کو سیاست حاضرہ سے نہ کوئی تعلق تھا نہ رہیگا۔ یہی اشرفیہ کا دستور ہے، میں سیاسی شخصیات حتیٰ کہ وزیر اعظم سے بھی نہیں ملوں گا۔ اور نہ ہی مالی منفعت ادارہ کا اصل مقصد ہے، ادارہ کا مقصد مذہب حق اہل سنت کی ترویج وتبلیغ واشاعت ہے، جو جائز اور پاک وصاف راستے سے حاصل ہو۔

آج معمولی معمولی وزراء اور سیاست دانوں کو اشرفیہ میں دعوت دیکر انہیں بلایا بھی جاتا ہے۔ اور اشرفیہ کے فنڈ سے انکی ضیافت بھی کی جاتی ہے۔ یہ اشرفیہ کے دستور سے کھلی بغاوت ہے۔ اور حافظ ملت کے سوچ وفکر سے دوری بھی ہے۔ یہ علماء اشرفیہ کو نظر نہیں آتا۔ جامعہ اشرفیہ میں انہیں کی مسند پر بیٹھ کر ان کے مشن اور مسلک کا خون کیا جاتا ہے۔ اور بے حجاب وبے پردہ نامحرم کے ساتھ بیٹھ کر تصویر کشی کی جاتی ہے۔ اور وہابی دیوبندی دانشوروں کے ساتھ خطاب بھی کیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود خیر الاذکیاء مولانا محمد احمد مصباحی یہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ادارہ اشرفیہ اپنے وجود میں آنے کے وقت سے انہیں خطوط پر عمل پیرا ہے جو حضور حافظ ملت نے وضع کئے تھے۔ (فتنوں کا ظہور)

کیا میں آپ سے یہ سوال کرسکتا ہوں کہ۔ حضور حافظ ملت کے عہد میں اساتذہ کی تقرری سے قبل ان سے ایک سادہ کاغذ پر بغیر تاریخ درج کئے ان سے دستخط لیا جاتا تھا۔ اور ان سے نصف تنخواہ کا جبراً چیک لیا جاتا تھا۔ کیا آپ کے عہد میں فیس لیکر تعلیم جاری کی جاتی تھی۔ فیس لیکر تعلیم دینا

اشرفیہ کے دستور کے خلاف ہے۔ کیا کبھی کسی سے جبراً چندہ وصول کیا جاتا تھا وہ بھی نابالغ بچوں سے۔ کیا اس عہد میں مبارک پور کے ہر ایک بچوں کا درجہ عالمیت میں داخلہ نہیں لیا جاتا تھا۔ اور کسی ایک بچے کو تعلیم سے محروم کیا جاتا تھا۔ آج کیوں حضور حافظ ملت کی خلاف ورزی کی جارہی ہے، بڑی مشکل سے دو چار بچوں کا داخلہ درجہ عالمیت میں ہو بھی جاتا ہے تو ان کے اساتذہ معیار شرافت سے ہٹ کر ان سے مخاطب ہوتے ہیں۔ دیکھو مبارک پوری لڑکا آرہا ہے۔ تم کیا پڑھو گے۔ جاؤ جا کر کرگہ بونو۔ یہ خالہ بو بو کا مکان نہیں ہے۔ اس مدرسہ میں صرف مبارک پور کے لوگ ہی چندہ نہیں دیتے ہیں پورے ہندوستان سے چندہ آتا ہے۔ یہ استاذ کی زبان درازی ہے کوئی ان کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ کیا حافظ ملت نے کبھی کسی مبارک پوری بچے کے ساتھ ایسا ناروا سلوک کیا۔ حضرت تو مبارک پوری بچوں کو خصوصی رغبت اور محبت سے پڑھاتے تھے۔ اور جو بچہ داخلہ کے بعد مدرسہ نہ آئے اس کے گھر جا کر سبب معلوم کرتے اس کی مجبوری دور کرتے اور تعلیم کی طرف راغب کرتے۔

یہی وجہ ہے ان کے عہد کے اشرفیہ سے بحر العلوم، قاضی شریعت، فخر القراء اور مفکر اسلام جیسی شخصیتیں جلوہ گر ہوئیں۔ کیا ان کے عہد میں اشرفیہ کا کوئی مدرس مرتدین کی محفلوں اور جلسوں میں شریک ہوا۔ کیا ان کے عہد میں بدمذہب دانشوروں اور کسی نامحرم کے ساتھ مذہبی اسٹیج پر شرکت ہوئی۔ کیا ان کے عہد میں اشرفیہ کی عمارت میں بریلوی دیوبندی، غیر مقلد اور رافضی علماء ایک اسٹیج پر خطاب کے لئے مدعو کئے گئے اور انہیں دعوت طعام سے سرفراز کیا گیا۔ کیا حافظ ملت نے کسی فاسق اور داڑھی منڈے کو اشرفیہ کے اسٹیج پر تقریر و خطابت کا موقع فراہم کیا۔ کیا انہوں نے حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والے طلبہ کا اشرفیہ میں داخلہ لیا۔ آج کیا ہو رہا ہے۔ اور کیوں ایسا ہو رہا ہے۔

حاضر دماغی کے ساتھ دل پر ہاتھ رکھ کر غور کریں۔ اس بات میں کوئی بات اصلاح پزیر ہو تو قبول کریں۔ اور یہ دعویٰ کرنا چھوڑ دیں۔ اشرفیہ مخالف ماحول بنانے کی کوشش کی جاتی ہے" ایسی تحریریں کبھی بھی اشرفیہ مخالف نہیں ہیں۔ اور نہ کبھی ہم سوچ سکتے ہیں۔ اشرفیہ میں چند ایسے علماء ہیں جن کا کردار و عمل اشرفیہ کے دستور کا مخالف اور حافظ ملت کے طریقہ کار کا مخالف ہے اور حافظ ملت نے یہ طریقہ کب اپنایا تھا۔ جو ان کے نام کی دہائی دیکر سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ خوب دل میں

بیٹھالیں کہ کن لوگوں کا عمل اشرفیہ مخالف ہے۔ اس لئے اشرفیہ بدنام ہو رہا ہے۔ افسوس اب ذکاوت بھی زیور صداقت سے عاری ہو چکی ہے۔ کبھی خیال بھی نہ کیجئے گا اشرفیہ مخالف ماحول بنایا جارہا ہے۔ اپنے کردار و عمل پر دھیان دیں اور اس پر الزام لگائیں

خود کردہ را علا جے نیست

آپ نے عزیز المساجد میں خطاب فرمایا کچھ دعوے کئے اور اس پر دلائل و شواہد پیش فرمائے۔ آپ نے دعویٰ یہ کیا۔ ہر شخص اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچے کہ جامعہ اشرفیہ میں اسلام اور سنیت کے علاوہ کوئی کام ہو رہا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تعلیمات کو عام کرنے اور اس کے لئے یہاں خدمات انجام دی جاتی تھیں۔ آج بھی خدمات انجام دی جارہی ہیں۔

دلائل و شواہد۔ طلبہ نے وہابیت کے خلاف کئی ایک کتابیں شائع کیں۔ جیسے انوار ساطعہ جو زمانہ دراز سے نایاب تھی۔ الصوارم الہندیہ جو شیر شبیہ سنت کی اشاعت کے بعد جامعہ اشرفیہ کے طلبہ نے چھاپی۔ اگر یہاں کے طلبہ یا اساتذہ حسام الحرمین سے ذرا بھی منحرف ہوتے تو الصوارم الہندیہ شائع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ حضرات کچھ بھی مسلک سے منحرف ہوتے یا اس سے تھوڑی سی بھی کجی رکھتے تو اس طرح کی کتابیں شائع کرنے کی کوشش نہ ہوتی۔ یہ فکر جامعہ اشرفیہ کی ہے جس نے فتاوے رضویہ جیسا اثاثہ شائع کیا۔ کتنے مطبوعہ رسائل جو اشرفیہ یا اس کے فرزندوں نے شائع کئے تو ہم اپنی جگہ سے ذرا بھی ہٹے نہیں ہیں۔

مولف کی نقد و جرح:۔ پھر کیا وجہ ہے۔ وہابی، دیوبندی، ندوی کو کافر و مرتد کہا جائے۔ وہ بھی تو آپ ہی کی طرح دلیل فراہم کرتے ہیں۔ "سب سے پہلے ہم نے قرآن عظیم کے ترجمے کئے۔ تفسیر کی کتابیں لکھیں اور اس کے تراجم و تشریح کی۔ احادیث کا اتنا عظیم سرمایہ ہماری تخریج اور ہماری اشاعت سے دنیا بھر میں پھیلا۔ سیرت و سوانح اور فقہی کتب کا ذخیرہ ہماری محنتوں سے عالم آشکار ہوا۔" "اگر ہم کافر ہوتے تو ہمیں کیا ضرورت تھی مذہب اسلام کی ترویج و اشاعت کی اور مسلمانوں کے ہر مسئلہ میں آواز اٹھانے کی۔ جو دلیل محقق جلیل صاحب نے دی ہے اپنی سنیت اور بریلویت ثابت کرنے کے لئے مرتدین نے بھی اپنا اسلام ثابت کرنے کے لئے وہی دلیل فراہم کی ہے۔

کیا حسام الحرمین کا پیغام یہی ہے کہ ہر مسلک کے لوگوں کے ساتھ، مجالست، مشارکت، اور مواکلت روا رکھی جائے۔ اور کیا امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تعلیمات یہی ہیں کہ دینی اور مذہبی اسٹیج پر وہابی، دیوبندی دانشوروں اور نامحرم کے ساتھ بیٹھا جائے۔ کاش خیر الاذکیاء صاحب ایسا کوئی پیمانہ متعین کر دیتے کہ یہ مسلک مخالف ہے۔ اور یہ مسلک مخالف نہیں ہے۔

آپ نے یہ لکھ کر ہمیں حوصلہ دیا ہے کہ "اگر کسی کے اندر کوئی کمی یا خامی پیدا ہو گئی ہے۔ تو ہماری ہمدردی کا تقاضہ ہے کہ ہم اس خامی کو دور کریں۔ یہ ادارہ سے ہمدردی کا تقاضہ ہے" اسی جذبہ میں ہم نے یہ صلاح پیش کر دیا۔ اور اسی ہمدردی میں مبارک پور کے ایک شخص نے ایک "کھلا خط" بھی سربراہ اعلیٰ کے نام بھیجا تھا۔ مگر اسے اس کا کوئی جواب بھی نہیں ملا۔ وہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے۔" کی حیثیت رکھتا تھا۔ فتاوے رضویہ حافظ ملت اور بحر العلوم کے عہد کے اشرفیہ کی پیداوار ہے۔ اس عہد کا اشرفیہ مجلیٰ و مصفیٰ اور اس طرح کی کثافتوں سے محفوظ تھا۔ ہم نے پچھلے اوراق میں بہت ساری مثالوں سے واضح کر دیا ہے۔

خیر الاذکیاء صاحب کا خطاب: بات کیا ہے کچھ لوگوں نے اپنی "انا" کے لئے جامعہ اشرفیہ سے مخالفت کا بیڑا اٹھا لیا ہے۔" میں بھی فیض العلوم جمشید پور، ندائے حق جلالپور، حنفیہ نظامیہ بھاگلپور، فیض العلوم محمد آباد چھوڑ کر آیا ہوں۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ وہاں سے آنے کے بعد ان مدارس کی بدخواہی کی ہو۔ یا مدرسہ۔ ویران ہو جائے۔ یا وہ دین و مسلک سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اشرفیہ کو متعدد بزرگوں نے چھوڑا ہے ماضی قریب میں بھی اور ماضی بعید میں بھی۔ مگر کسی نے بھی مسلک سے انحراف کا الزام لگایا اور نہ وہ ماحول پیدا کیا۔

مولف کا عرض: "کچھ لوگوں نے اپنی انا کے لئے مخالفت کا بیڑا اٹھا رکھا ہے"۔ اولاً، شاہراہ حافظ ملت سے ہم کتنا دور ہو چکے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ "ہمارے نزدیک ہر مخالفت کا جواب کام ہے"۔ ثانیاً، جن لوگوں کی طرف 'انا' اور مخالفت کا اشارہ والزام ہے وہ عرس عزیزی میں اشرفیہ سے علیحدگی کے بعد بھی تشریف لاتے ہیں اور تکبیر و رسالت اور زندہ باد کے نعرہ کے ساتھ آتے ہیں۔ اب زندہ باد پر پابندی عاید کر دی گئی ہے۔

عرس عزیزی کے اسٹیج سے ان پر تیر و نشتر چلائے جاتے ہیں۔ اور طعن و تشنیع سے انہیں زخمی بھی کیا جاتا ہے وہ بھی عزیز المساجد میں۔ علمائے کرام و مشائخ عظام، کی موجودگی میں یہ سب کچھ کیا جاتا ہے۔ کوئی بھی اس حرکت پر نفرت اور بیزاری یا ملامت نہیں کرتا۔ اس کے بعد بھی آپ مزار حافظ ملت پر حاضری دیتے ہیں۔ ہر سال کا یہی معمول ہے اشرفیہ کے اساتذہ آپ کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ہیں کوئی دو قدم آگے بڑھ کر بھی نہ آپ سے سلام کرتا ہے نہ مصافحہ نہ کلام۔ قارئین غور کریں جو اپنی 'انا' کچل کر ہمارے دروازے تک آتا ہے اور ہم اس سے ہمکلام نہیں ہوتے اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں پھر بھی اسے 'انا' کا طعنہ دیتے ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ حافظ ملت رحمہ اللہ کے استاذ، ہم ان کے عرس میں نہ جائیں اور ان کے عرس کے دن اشرفیہ میں تعطیل بھی نہ رکھیں۔ اس کے بعد بھی "انا" کی تہمت لگائیں۔ اور خود کو کسی چارج کا مستحق نہ سمجھیں۔

رہا سوال کہ محقق صاحب مختلف مدارس کو چھوڑ کر اشرفیہ آئے۔ وہاں کی بدخواہی نہیں کی؟۔ تو آپ خود ہی بتا دیں جن مدارس کو آپ یتیم بنا کر چلے آئے۔ ان مدارس کے لوگوں نے آپ پر تہمت لگائی۔ آپ کی شخصیت مجروح کی یا آپ کے خلاف ماحول بنایا۔ آپ نے تو سکوں کو چھوڑ کر اشرفی حاصل کر لی ہے۔ پھر بدخواہی آپ کیوں کریں گے۔ جب آپ سے اشرفی چھینی جائے گی تب خیر خواہی اور ہمدردی کا امتحان ہوگا۔ رہا سوال ماضی قریب میں اشرفیہ کو متعدد بزرگوں نے چھوڑا۔ مگر کسی نے بھی مسلک سے انحراف کا الزام لگایا اور نہ ماحول پیدا کیا۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

دیانت اور انصاف کے ساتھ آپ غور کریں۔ میری اس کتاب میں انہیں بزرگوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی داستان ہے۔ اور ان پر لگائے گئے غبن اور چوری کا بیان ہے۔ ان بزرگوں کی بدخواہی اور کردار کشی آخر کیوں کی گئی اور کی جا رہی ہے۔ اور ان کے ناقابل فراموش کارناموں کی پردہ پوشی کیوں کی جا رہی ہے۔

عزیز حافظ ملت بحر العلوم بھی تصویر کشی کو ناجائز و حرام فرماتے۔ آپ نے حج کے

لئے فوٹو کھینچائے تھے۔ اسی فوٹو سے کاپی، در کاپی، اس حقیر سراپا تقصیر ناکارہ نے کروائے۔ اسی سے عمرے اور بغداد و عراق کے اسفار ہوئے۔

جامعہ البرکات علی گڑھ کے سیمپوزیم میں ویڈیو کے ساتھ پروگرام جاری تھا۔ حضرت اپنے چہرے پر رومال ڈالے ہیں۔ جب خطبۂ صدارت پیش کرنے مائک پر تشریف لائے۔ حضرت امین ملت نے تصویر کشی کے تعلق سے آپ کے موقف کو واضح فرمایا آپ کی تقریر تک ویڈیو بند کروایا۔

زیارت حرمین کے لئے آپ تشریف لے گئے۔ میلاد کی محفل میں شرکت ہوئی جب تقریر شروع کرنا چاہا۔ چاروں طرف سے موبائل کی یلغار حضرت نے لوگوں کو سخت پھٹکارا۔ مدینہ پاک میں حاضری کے بعد بھی آپ حضرات ناجائز و حرام کام کرنے میں شرم نہیں کرتے۔

مثال (۴) بحر العلوم فرماتے ہیں۔ الجامعۃ الاشرفیہ کی نشاۃ ثانیہ (۱۹۷۲ء) کی پوری تاریخ کا میں عینی شاہد ہوں بلکہ اسمیں شریک و سہیم رہا ہوں میں نے اس کو اپنے طور پر قلم بند بھی کیا تھا۔ جس دور میں قاری محمد یحیٰ صاحب مرحوم ماہنامہ اشرفیہ کے مدیر تھے۔ انہوں نے اس کی کئی قسطیں "مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک" کے نام سے شائع کیا تھا۔ ان کے وقت میں ہی یہ سلسلہ بند ہو گیا تھا۔ ورنہ وہ ایک دلچسپ سرگزشت کاروان علم ہوتی۔ (بحر العلوم کی کہانی)

نبیرۂ بحر العلوم مولانا ذینی دحلان نے حضرت کے وصال کے بعد اسے کتابی شکل میں شائع فرمایا جس میں مفتی نظام الدین صاحب کے "کلمات طیبات" بھی چھپے۔ آپ نے بحر العلوم کی مذکورہ بالا عبارت سے کچھ حذف، اور کچھ اضافہ کے بعد مفہوم کی روح نکال ڈالی۔ اور مضمون کی حیثیت گھٹا دی۔ اور جان بوجھ کر مصنف کی منشاء کے خلاف پیوند کاری کی۔ جو بدترین خیانت ہے۔

محقق جدید صاحب کا حذف و اضافہ: حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اشرفیہ کے روح رواں اور الجامعۃ الاشرفیہ کے بانی ہیں۔ اور حضرت بحر العلوم اشرفیہ کی نشاۃ ثانیہ کی تاریخ کے عینی شاہد، حضرت اس کی مکمل تاریخ قلمبند فرما رہے تھے۔ لیکن درس و تدریس، فتویٰ نویسی اور فتاوے رضویہ شریف کی ترتیب و تہذیب و اشاعت میں غایت درجہ انہماک کے سبب یہ سلسلہ بند ہو گیا۔

محقق صاحب نے بحر العلوم کو اشرفیہ کی تاریخ کا عینی شاہد لکھا۔ اور حضرت کی اس عبارت کو ہضم کر لیا۔ "بلکہ میں اس میں شریک و سہیم رہا ہوں" اس خط کشیدہ جملہ کو حذف کرنے سے یہ تاثر دینا چاہا کہ اشرفیہ کی تاریخ کے عینی شاہد ہزاروں لوگ موجود ہیں۔ انہیں شاہدین میں بحر العلوم بھی ہیں۔ اور "شریک و سہیم رہا ہوں کا مطلب یہ ہوگا کہ جو روح روانہ ہو کر مراد آباد چلی گئی تھی اس کو دوبارہ مبارک پور لانے والا میں ہوں۔ اور جامعہ اشرفیہ کی تعمیر و ترقی اور اس کے عروج و ارتقاء میں اپنی حیات کا عظیم سرمایہ، اور اپنی جوانی کی توانائیاں صرف کیں اور اس کے ہر نقش پر حافظ ملت کے ساتھ میرا بھی نقش شامل ہے۔ محقق جدید صاحب اتنے بھولے بھالے نہیں ہیں۔ معنی و مفہوم کو کیسا بدل ڈالا اور کردار کشی کی خفیہ تحریک میں کس شان سے شریک و سہیم ہوئے۔

بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں

یہ بحر العلوم کی شرافت نفسی تھی کہ اس دلچسپ سرگزشت کاروان علم کی داستان بند کرنے والے مجرمین اور خطاوار کے چہرے کی نقاب کشائی نہیں کی۔ اور اشاروں میں کہہ کر بات ختم کر دی۔ محقق صاحب نے ایسے مجرمین کی وکالت کرتے ہوئے اپنے منصب کا بھی خیال نہیں کیا۔ کتنے خوبصورت پیرایہ بیان میں انکی پردہ دری کی ہے۔ "درس و تدریس فتویٰ نویسی، فتاوے رضویہ کی اشاعت میں مصروفیت کے سبب یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ کاش کہ آپ نے حضرت کی تحریر میں دبی ہوئی چنگاری کا دھواں محسوس کر لیا ہوتا۔ یہ سلسلہ بند کروا دیا گیا تھا۔ یہ بھی اشرفیہ مخالف تحریر تھی۔ قائل کی مراد کے بالکل خلاف تشریح اس شخصیت کے عظمتوں کی پامالی ہے۔

مثال (۵) حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب علیہ الرحمہ نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے تصور الجامعۃ الاشرفیہ کو عملی جامہ پہنانے والوں میں ان کا کردار کلیدی ہے۔

بحر العلوم فرماتے ہیں۔ ایک یہی بات دیکھ لیجئے کہ الجامعۃ الاشرفیہ کیلئے موجودہ وسیع و عریض آراضی کا انتخاب اور حضور حافظ ملت کو اس پر تیار کرنے کا کام انہیں کی جدوجہد کا ثمرہ ہے۔ ورنہ حضرت تو جامعہ اشرفیہ کی توسیع کے لئے راجہ مبارک شاہ کی جامع مسجد کے پاس زمین خرید چکے تھے اور فرماتے تھے کہ ان زمینوں میں عمارت بن جائے گی۔ تو مسجد کو ملا کر ضرورت کے موافق

عمارت ہوجائے گی۔ (بحرالعلوم کی کہانی ۴۰۶)

لگ بھگ پینتالیس سال بعد ایسی باکمال شخصیت اور محسن اشرفیہ کیلئے ذمہ داران ادارہ کا احساس بیدار ہوا۔ "حافظ ملت ایوارڈ" ایک کاغذ کے ٹکڑے پر سپاسنامہ لکھ کر دیدیا۔ ان کے کسی اہل ولائق بچے کو ملازمت کی سوغات دیتے تو یہ احسان وتشکر ہوتا۔

اس سپاسنامہ کو ماہنامہ اشرفیہ ۲۰۱۲ء بحرالعلوم کے وصال سے چھ ماہ قبل شائع فرمایا جس میں کمال کی چابکدستی اور چالاکی دکھلائی گئی ہے۔ احسان فراموشی اور کردارکشی کے ساتھ حق و انصاف اور صداقت ودیانت پر پردہ ڈالا گیا ہے۔ وہ بھی صاحبان جبہ ودستار صاحبان علم وفضل اور صاحبان ورع وتقویٰ کے قلم کی جسارت نے۔ (سپاس نامہ سے ماخوذ اقتباس)

بیادگار محقق رضویات حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ

اپنے استاذ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں فتاوے رضویہ کے قلمی نسخوں کی تحقیق وترتیب اور تہذیب فرمائی۔ جلد سوم اور چہارم کی اشاعت خود آپ کی حیات میں ہوگئی تھی۔ جلد پنجم کے کئی سو صفحات کی کتابت انہوں نے کرائی۔ جلد ششتم ہفتم ہشتم کے مسودات پر نظر ثانی اور مبیضہ کا انتظام بھی انہوں نے کیا۔ مزید جو رسائل مضامین ابواب ان جلدوں میں شامل ہونا تھا۔ ان کو بھی یادداشتوں میں لکھ دیا۔ اعلیٰ حضرت کے علمی مخطوطے کو پڑھنا۔ لکھنا، اور مبیضہ کرنا کرم خوردہ عبارتوں کو درست کرنا انتہائی دیدہ ریزی اور جگر کاوی کا کام ہے۔ اس لئے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو کسی سے اس کی توقع نظر نہیں آئی۔ اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی توقع کے مطابق دار العلوم اشرفیہ اس معیار پر پورا اترا۔ (عبدالحفیظ عفی عنہ ماہنامہ اشرفیہ ۲۰۱۲ء)

اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ فتاوے رضویہ سوم تا ہشتم ساری جلدوں پر سارا کام مولانا عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ نے مکمل کردیا تھا۔ اور اس میں کام کرنے کے لئے کچھ باقی نہیں تھا۔ اس لئے بحرالعلوم نے اسمیں کچھ نہیں کیا اور ہندوپاک کے علماء ومشائخ نے یہ غلط لکھا کہ "حضرت بحرالعلوم کی انتھک محنتوں اور دن رات کی مصروفیتوں کے سبب فتاوے رضویہ شریف کا خاصہ حصہ ضائع ہونے سے بچ گیا۔ مفتی صاحب تمام اہل سنت وجماعت کے محسن اور شکریہ کے مستحق ہیں۔" فتاوے رضویہ جدید جلد ۲۰

قارئین غور کریں کس طرح دن کے اجالے میں اور حضرت حافظ ملت کے عرس کے پاکیزہ ماحول میں "حافظ ملت ایوارڈ" کی شکل میں علمائے اہل سنت کی قربانیوں، محنتوں اور جانفشانیوں کو فراموش کیا جارہا ہے۔ اور حضرت بحرالعلوم کے کردار وعمل، محنت ومشقت اور مذہب ومسلک کے فداکارانہ جذبہ کو احسان فراموشی اور کردارکشی کی چادر میں لپیٹ کر دفن کیا جارہا ہے۔

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ　　　تم قتل کروہو کہ کرامات کروہو

اور تہذیب وشرافت کی جس مسند پر بیٹھ کر ایسی جرأتیں اور حرکتیں کی جارہی ہیں۔ اس کی پاکیزگی اور طہارت کا لحاظ کرتے ہوئے ازخود انہیں شرمسار ہونا چاہئے۔

فتاوے رضویہ سے "عرض حال" میں چند مقامات کی عبارتیں اختصار کے ساتھ نذر قارئین کررہا ہوں۔ جس سے حق وصداقت کا آفتاب روشن اور تابناک نظر آئیگا۔

"مبیضہ کیلئے مفتی مجیب الاسلام صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں انھوں نے بڑی عرق ریزی سے اپنی بساط بھر، مبوب اور مفصل کر کے مبیضہ کیا۔ فتاوے رضویہ سوم، عبدالرؤف عفی عنہ

"سپاس نامہ" کسی کہنہ مشق ادیب، باکمال محقق اور ماہر نقاد کے رشحات قلم کا شاہکار نظر آتا ہے پھر اس عبارت کی تفہیم میں کیا دشواری درپیش تھی، کہ مفتی مجیب الاسلام صاحب نے مبوب اور مفصل کر کے مبیضہ کیا۔ اور آپ نے سمجھایا حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب نے یہ سب کچھ کیا یہ دیانت کے خلاف اور احسان فراموشی ہے۔

زیر اشاعت جلد کتاب الجنائز، کتاب الزکوۃ، کتاب الصوم کتاب الحج پر مشتمل ہے۔ اس طرح اس ترتیب میں تھوڑا تغیر واقع ہوگیا ہے۔ جو اس کتاب کے "باوقار مرتبین" نے مرتب فرمائی تھیں۔ فتاوے رضویہ چہارم عرض حال عبدالرؤف۔ غفرلہ جولائی ۱۹۴۳ء

پرائمری درجہ کا طالب علم بھی بآسانی بتادیگا کہ فتاوے رضویہ کے باوقار مرتبین بقول حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب اور ہی کوئی ہیں۔ جن سے حضرت واقف بھی نہیں ہیں غلط تاریخ سازی کی سوچ سے رسوائی نصیب ہوئی۔

کاپی کا مقابلہ جیسے تیسے ہوگیا۔ لیکن فہرست کی ترتیب میں بیحد محنت اور بار پڑا،

(فتاوے رضویہ پنجم عبدالمنان اعظمی خادم اشرفیہ ۱۳۹۶ء)

ہمارے حصہ کے کام اور اسکی دقتوں میں البتہ کوئی کمی نہیں ہوئی۔ مسودہ کی تصحیح کاپیوں کا مقابلہ علی حالہ ہے۔ فہرست کی ترتیب، وجد و جہد میں اور اضافہ کرنا پڑا۔ اور وقت کا خاصہ حصہ صرف ہوا۔ فتاوے رضویہ ششم عبدالمنان اعظمی شوال ۱۴۰۱ء

تیسری جلد کا مسودہ سے مقابلہ اور کاپی کی مبیضہ سے تصحیح بعدہٗ پروف کا کاپیوں سے کرکشن لفظاً لفظاً میں نے اور مولانا عبدالرؤف صاحب خلد مکانی نے کیا میں پڑھتا تھا اور مولانا موصوف دیکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں ہمارے لئے پریشانی یہ تھی کہ مسودہ میں بہت سی جگہ کرم خوردہ تھی۔ ان جگہوں میں جہاں ممکن ہوا ماسبق مالحق کے حساب سے خانہ پری کر لی تھی یہ کام بہت مشکل اور دقت طلب ہے۔ شریک وسہیم تو پورے کام میں بھی رہا۔ مگر اصل بار اس کا مولانا عبدالرؤف صاحب پر پڑا۔ ادارے کا نام سنی دارالاشاعت رکھا گیا۔ مولانا نے اس کی مہر علیحدہ بنوائی۔ لیٹر پیڈ چھپوایا، رسید بنوائی۔ اس ساری جد و جہد میں دارالعلوم اشرفیہ کے ارکان۔ عہدیداران و دیگر لوگوں کا نہ تو کوئی عمل دخل تھا۔ نہ کوئی قانونی تعلق، یہ ادارہ ابتداء سے ہی ایک آزاد ادارہ کی صورت میں وجود میں آیا۔ ایسے دیکھا جائے تو بہت سارے ادارے پورے ہندوستان میں ہیں۔ جو اشرفیہ کی جد و جہد کا فیض اور اس کی تجلیوں کا صدقہ ہیں۔ اس حیثیت سے سنی دارالاشاعت بھی جنم جنم اشرفیہ کے احسان سے سبکدوش نہیں ہوسکتا۔ پھر چوتھی جلد کا کام مولانا نے شروع کر دیا اس جلد میں بھی تصحیح اور مقابلہ کا غالب حصہ میں نے مولانا کا ساتھ دیا۔ پانچویں جلد کا مبیضہ سے اصل کا مقابلہ مولانا عبدالرؤف صاحب کر چکے تھے۔ جن میں انکے معاون کی حیثیت سے چوتھی جلد کی طرح اشرفیہ کی منتہی طلباء بھی تھے۔ لیکن یہ سوچنا بڑی بھول ہوگی کہ کرنے کا سارا کام مکمل ہو چکا تھا۔ اور اسمیں کرنے کے لئے کچھ باقی نہ تھا۔ اور اس قسم کے تحقیقی کام میں کسی ایک آدمی کی جد و جہد کو حرف آخر سمجھ لینا۔ نادانی ہے۔ کتنے ہی خالی مقام کے لئے مناسب عبارتیں کاپیوں کی تصحیح کے دوران ہم نے تجویز کیں بہت سے نصوص کا مقابلہ اصل کتاب سے کرنا پڑا۔ پھر ہم نے چھٹی جلد کی کتابت کرائی۔ اس جلد کا مبیضہ تمام وکمال مولوی سبحان اللہ صاحب زید مجدہٗ کے قلم کا ہے۔

تحدیث نعمت :۔ اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے اور اس کے دربار میں سر بندگی جھکانے اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں درود و سلام پیش کر کے ہم اپنے ان تمام معاونین کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے اس دینی کام میں دامے، درمے، قدمے، سخنے کسی طرح بھی مدد کی۔ سب سے زیادہ شکریہ کے مستحق ذمہ داران اشرفیہ ہیں۔ جنہوں نے مسلسل بائیس سال تک اشرفیہ کی عمارت کا ایک کمرہ سنی دارالاشاعت کے گودام کے استعمال کے لئے دے رکھا تھا۔ اب نئے سربراہ اعلیٰ صاحب نے ایک نوٹس کے ذریعہ اسے خالی کرا لیا، پھر بھی ہمارے نزدیک اتنی طویل مدت تک ادارہ اشرفیہ کا احسان عظیم کرم بالائے کرم ہے۔

کبیرا کھڑا بجار میں منائے سب کی خیر   نہ کاہو سے دوستی نہ کاہو سے بیر

(فتاوے رضویہ ہفتم عبدالمنان اعظمی ۱۴۰۷ھ)

بحر العلوم نے لگ بھگ تیس سال قبل دماغ میں پرورش پانے والے کیڑوں کو محسوس کر لیا تھا اسی وجہ سے بڑی تفصیل کے ساتھ وضاحت فرما دی۔ یہ نئے سربراہ اعلیٰ صاحب جنہوں نے نوٹس دیکر فتاوے رضویہ کو اشرفیہ سے باہر کروایا۔ پھر بھی سپاس نامہ میں آپ ہی لکھ رہے ہیں۔ "بفضلہ تعالیٰ مفتی اعظم ہند کی نظر میں دارالعلوم اشرفیہ ہی اس معیار پر پورا اترا"۔

سبحان اللہ، اشرفیہ سے فتاوے رضویہ کو باہر کیا پھر بھی اشرفیہ ہی اس معیار پر پورا اترا۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا   کرتے ہیں قتل ہاتھ میں تلوار بھی نہیں۔

مثال (۶) بحر العلوم فرماتے ہیں فتویٰ نویسی میں نے حضرت حافظ ملت اور حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب علیہما الرحمہ سے سیکھی۔ جو فتویٰ لکھتا دونوں بزرگوں کی بارگاہ میں پیش کرنا یہ میرے لئے ضروری تھا۔ دونوں حضرات کی تصدیق کے بعد فتویٰ جاری کرتا۔

بحر العلوم نمبر (محمد نظام الدین رضوی)

بلاشبہ حضرت بحر العلوم ان دونوں بزرگوں کے مؤدب اور وفادار شاگرد تھے۔ مگر بحر العلوم نے خود نوشت سوانح حیات لکھی۔ اور علماء نے ان سے انٹرویو لئے۔ اس میں کہیں نہیں لکھا، یا لکھوایا کہ فتویٰ نویسی میں نے ان دونوں بزرگوں سے سیکھی۔ بحر العلوم طلق پور نو یا دس سال تک

تھے۔ وہاں بھی فتوٰی نویسی آپ ہی کرتے تھے۔ آپ خود ہی فرماتے ہیں۔ میں رمضان کی چھٹیوں میں جب مبارک پور آتا یہاں پہلے سے جمع شدہ فتوٰی اور جو آتے سب میں ہی لکھتا۔ اور جواب دیتا۔ اس عرصہ میں کس سے فتوٰی نویسی سیکھی، اور اگر فتوٰی نویسی سیکھنے کی دلیل تصدیق اور الجواب صحیح ہے۔ '' تو آپ کا ایک صحیح فتوٰی'' میں نے دیکھا اس پر تصدیق اور الجواب صحیح'' محمد ادریس بستوی ہے تو آپ نے کب مولانا محمد ادریس صاحب بستوی سے فتوٰی نویسی سیکھی اور انہوں نے کس دارالافتاء کی خاک چھانی، جس سے وہ بھی مفتی ہو گئے۔

اچھا اگر آپ کا یہ بیان صحیح بھی ہو تو آپ کا یہ لکھنا بھی ضروری تھا۔ جو بحر العلوم نے آپ سے فرمایا تھا یہ میرے لئے ضروری تھا۔'' اور اس جملہ کو آپ نے دو یا تین مقام پر تحریر فرمایا ہے۔ کچھ باتیں سن لینے اور سمجھ لینے کی ہوتی ہیں۔ ان کا لکھنا ضروری نہیں ہوتا، مثلاً کمترین، بندۂ ناچیز، ننگ اسلاف عبدالمنان عرض گزار ہے۔ یہ ہمارے قلم سے لکھنے کا نہیں ہے۔ ہوش کے ناخن لیجئے۔ دلوں کا ایریا صاف رکھئے، اور کسی کی عظمتوں کو پامال کر کے اپنی رفعتوں کا تاج محل نہ تعمیر کیجئے۔ بحر العلوم فتوٰی نویسی کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں۔

بعض اہل علم کو فقہ اور کار افتاء میں مہارت حاصل ہوتی ہے۔ پس حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ اس شعبہ میں بھی ایک خاص مقام پر فائز تھے۔ دارالعلوم میں آئے ہوئے اہم سے اہم سوال کے جواب حضرت ہی تحریر فرماتے تھے، اور دارالافتاء کے قیام کے بعد میرے سر دوہری پابندی تھی کہ جواب کا مسودہ تحریر کرنے کے بعد حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ پھر حضرت حافظ ملت کو سنایا جائے۔ ان حضرات کی تصویب کے بعد جواب مرسل الیہ کو بھیجا جائے۔

جامعہ اشرفیہ سے فتوٰی جاری کرنے کا اصول یہ تھا۔ اس طرح اتحاد ملت قائم رہتا۔ اور قوم خطرناک اختلاف وانتشار سے محفوظ رہتی۔ صرف '' صحیح فتوٰی'' کا عنوان نہیں قائم کرتے۔ بلکہ دو اہم علمی شخصیتوں سے تبادلہ خیال اور بحث ومباحثہ کے بعد ان کی تصدیق سے جاری ہوتے۔

اس وقت اشرفیہ سے فتوے غیر محتاط انداز سے جاری ہو رہے ہیں۔ اور بغیر تصدیق کے جاری ہو رہے ہیں۔ جس سے اشرفیہ کے ناموس پر حرف آتا ہے۔ مثلاً اس فتوٰی کو ملاحظہ کریں۔

مثال (۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں۔ ۹ر ستمبر ۲۰۰۷ء مشتاق احمد کا انتقال ہوا۔ مشتاق احمد مرحوم نے ۲۵ر جولائی ۱۹۹۵ء کو رجسٹری آفس میں اپنی بیوی کے نام منقولہ اور غیر منقولہ جائداد کیلئے وصیت کر دیا ہے۔ ایک دوسرا پرچہ ان کے بھتیجے کے پاس ہے ان کے بقول ان کے چچا نے ۲۷ر اپریل ۲۰۰۷ء کو جائداد ان کے نام ہبہ کر دیا ہے۔ دونوں پرچے استفتاء کے ساتھ منسلک ہیں۔ مشتاق احمد کے وارثین میں انکی اہلیہ ایک بھتیجہ اور دو بھتیجیاں موجود ہیں۔ اس جائداد کی تقسیم کے لئے پنچایت ہوئی۔ جب کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ تو پنچوں اور فریقین کی دستخط سے جامعہ اشرفیہ میں استفتاء بھیجا گیا۔

(۱) الجواب ۱۔ ۲۵ر جولائی ۱۹۹۵ء کو مشتاق احمد نے اپنی زوجہ کے نام اپنی پوری جائداد (مکان و دوکان) وصیت کر کے گورنمنٹ محکمہ میں رجسٹرڈ کرا دیا۔ (۲) مشتاق احمد نے اپنی جائداد اپنے بھتیجے کو ۲۷ر اپریل ۲۰۰۷ء میں ہبہ کر دیا۔ یہ دونوں کاغذات استفتاء کے ساتھ منسلک ہیں۔ اس کے بعد مشتاق احمد کی زوجہ کی جانب سے تیسرا کاغذ آیا۔ جو بہت بوسیدہ ہے، اس کی فوٹو کاپی اس جواب کے ساتھ منسلک ہے۔ اسمیں یہ تحریر ہے کہ مشتاق احمد نے اپنی کل جائداد (مکان ودوکان) اپنی زوجہ کو دین مہر کے عوض ہبہ کر دیا۔ اس کاغذ پر تاریخ درج نہیں ہے۔ لیکن کاغذ دیکھنے سے یہ ظاہر ہے کہ کئی برس پہلے انہوں نے اپنی جائداد اپنی بیوی کے مہر کے عوض ہبہ کیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ تحریر ۲۵ر جولائی ۱۹۹۵ء یعنی وصیت رجسٹرڈ کرنے سے پہلے کی ہے یا بعد کی۔ لیکن وصیت والی تحریر سے پہلے کی ہو یا بعد کی اس سے حکم شرع پر کچھ فرق نہیں پڑتا۔ جب مشتاق احمد نے اپنی پوری جائداد اپنی زوجہ کو مہر کے عوض دیدیا۔ تو پوری جائداد کی مالک انکی بیوی ہو گئی۔ کیونکہ ہبہ بالعوض بیع ہے۔ اور بیع میں قبضہ شرط نہیں۔ محمد نسیم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ

پروردگار عالم اور اس کے سچے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیکر چند معروضات مفتی صاحب کی خدمت میں پیش ہے۔

۱۔ آپ نے اپنے جواب کا دار ومدار خفیہ راستے سے آئے تیسرے پرچہ پر رکھا ہے۔ اس لئے اس پرچہ کی جانچ اور پرکھ اصول فتوٰی ورع وتقوٰی اور ایمانداری اور دیانت کے ساتھ کرنا ضروری

ہے۔آیا یہ پرچہ اصلی ہے۔ یا فرضی آپ کے فتوئی میں ایسی کوئی وضاحت نہیں ہے۔ مجھے لگا اگر تیسرا فریق آپ کے پاس ایک چوتھا پرچہ لیکر جاتا۔اورآپ کو دکھلاتا کہ میں نے مشتاق احمد مرحوم کو دو لاکھ روپے دیکر ان کی دوکان خرید لی ہے۔تو شاید دوکان اس شخص کے حوالہ کرنے کا فتوئی دیدیتے۔

۲۔ اس تیسرے پرچہ کے اصلی،اور فرضی ہونے کے ثبوت میں گواہان شرعی کا بیان ضروری ہے یا نہیں استفتاء میں جن گواہان کا دستخط ہے۔ان میں دو کے دستخط اس تیسرے پرچہ پر ثبت ہیں جس کے ایک گواہ مخدوش ہیں، انکی داڑھی حد شرع سے کم ہے۔تو مشتاق احمد مرحوم کی جائداد رمضان شریف کے چاند کی طرح ہوگئی کہ ایک ہی گواہ سے انکی زوجہ کو جائداد کا مالک بنادیا جائے۔

۳۔ یہ استفتاء فریقین اور پنچوں کے دستخط سے آپ کے حضور پیش ہوا۔کیا وجہ تھی کہ زوجہ نے یا ان دو گواہان نے اسی وقت استفتاء کے ساتھ ہی یہ تیسرا پرچہ بھی منسلک نہیں کیا۔ایسا لگتا ہے،مشتاق احمد مرحوم اپنے کفن سے باہر آکر اس پرچہ کو لکھ کر پھر قبر میں سو گئے۔

۴۔ تیسرا پرچہ اصلی ہے یا فرضی مشتاق احمد مرحوم کی زوجہ ضرور بتا سکتی ہے۔کہ مرحوم کی وصیت رجسٹرڈ کرنے سے پہلے کا ہے یا بعد کا۔اس سوال سے سچائی کھل کر سامنے آجاتی۔اور تیسرے پرچہ کی اصلیت کا پتہ چل جاتا۔

آپ نے زوجہ سے نہ پوچھ کر، اس سے حکم شرع پر کچھ فرق نہیں پڑیگا۔" وکالت کرنے لگے عموماً ایسے پرچوں پر گواہ اپنی خاندان کے یا رشتہ دار، یا ذات برادری کے لوگوں کو بتایا جاتا ہے۔اس پر گواہان نہ خاندان کے ہیں نہ رشتہ دار نہ ذات برادری کے۔

۵۔ تیسرے پرچہ کا کاغذ بہت پرانا اور بوسیدہ ہے۔ کسی مفتی کو اصول شرع پر فتوئی لکھنا چاہئے یا کاغذ کے نئے اور پرانے ہونے سے دلیل فراہم ہوگی۔ پرانے سے پرانے کاغذ کی فراہمی بھی مشکل نہیں۔اور نئے سے نئے کاغذ کو کیمیکل سے پرانا کرنا بھی بہت آسان ہے۔آپ نے نہیں پڑھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو سو کوڑے لگائے جس نے آپ جیسی فرضی مہر بنوا کر رکھی تھی اور یہ تو کاغذ ہے۔

فتوئی لکھنا بڑی دیانت داری کا کام ہے اس کے لئے مفتی پر لازم ہیکہ کسی کی بیجا حمایت اور عصبیت سے بالاتر ہوکر غور کرے۔ اگر مفتی پر یہ امر واضح نہ ہوتو دوسرے دقیق النظر وسیع العلم حضرات سے دریافت کرے، پھر جواب دے۔آپ حضرت بحر العلوم کی مسند کے امیں ہیں۔وہ دو اہم بزرگوں کی دستخط کے بعد فتوئی جاری کرتے۔اور آپ نے بغیر تصدیق اور بغیر الجواب صحیح کے فتوئی جاری کردیا۔اس لئے ٹھوکر کھائے اور احساس بھی نہیں ہوا۔آپ نے جواب غلط لکھا ہے۔

چونکہ تیسرا پرچہ شرعی اصول پر صحیح نہیں ہے کہ اس کا گواہ شرعی صرف ایک ہے۔اور بھتیجہ نے صرف ہبہ نامہ کی تحریر پیش کی ہے۔اس پر اس کا قبضہ ثابت نہیں ہے۔اس لئے ہبہ باطل ہے۔ مشتاق احمد مرحوم کی بیوی اس کی وارث ہے اور وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے۔اس لئے مشتاق احمد مرحوم کی جائداد اس طور پر تقسیم ہوگی۔

بیوی	بھتیجہ	بھتیجی
۱/	۳/	۴/

مذکورہ بالا حکم مرکزی دار الافتاء بریلی شریف، قاضی عبد الرحیم صاحب کے دستخط سے جاری ہوا۔ یہی حکم مفتی عبد الرحمن صاحب نے دار الافتاء منظر اسلام بریلی شریف سے جاری کیا اور یہی حکم جامعہ امجدیہ کے دار الافتاء سے لکھ کر دیا گیا۔

اگر حضور حافظ ملت کی حیات میں جامعہ اشرفیہ سے ایسا فتوئی جاری ہوتا تو حضرت ایسے مفتی کو اس کے عہدے سے برطرف کردیتے۔اور ایسی غیر شرعی طور پر حاصل شدہ زمین پر کبھی جامعہ اشرفیہ کا قبضہ نہیں ہونے دیتے۔ یہ باتیں پوری دنیا میں نشر ہونگی جامعہ اشرفیہ کیلئے کیا تاثر جائے گا۔اللہ تعالیٰ ذمہ داروں کو ہدایت دے۔آمین

مثال(۸) بحر العلوم سوال کو بغور پڑھ کر یہ تعین کرتے کہ سائل پوچھنا کیا چاہتا ہے اور محقق جدید صاحب سائل کے چہرہ کو پڑھ کر،اور حالات زمانہ کی رعایت کرکے جواب عنایت فرماتے ہیں۔ بحر العلوم کی آخری آرامگاہ بنانے کے لئے جو زمین میں نے خریدی تھی وہ اشرفیہ کے ناظم حاجی سرفراز صاحب کی تھی۔انہوں نے زمین کی قیمت وصول کرلی اور میں نے اس پر قبضہ کرلیا۔شرعی

طور پر بیع تام اور مکمل ہوگئی۔وہ میری ملکیت ہوگئی۔میرا اختیار تھا اس میں مجھے کیا کرنا ہے۔خاص و صال کے دن ناظم صاحب نے محقق جدید صاحب سے مسئلہ پوچھا۔میں نے اس زمین کو اس طور پر بیچا تھا کہ اسمیں بحر العلوم کو مدفون ہونا ہے۔اگر حضرت کو اس زمین میں نہ دفن کیا گیا تو میں اس زمین کو لے سکتا ہوں۔محقق صاحب نے شکل پڑھ لی۔معاملہ ان کے مدرسہ کے ناظم صاحب کا ہے۔ حالات کا تقاضہ بھی سمجھ میں آگیا، جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ہاں اگر حضرت کو اسمیں دفن نہ کیا گیا تو آپ زمین واپس لے سکتے ہیں۔

راقم الحروف ملکی اور غیر ملکی اسفار میں حضرت کا نیاز مند خادم کی حیثیت سے شریک سفر رہا۔حضرت بار بار فرماتے تمہیں اپنے ساتھ اس لئے بھی رکھتا ہوں، کہ ناگہاں موت کا فرشتہ آجائے تو نماز جنازہ پڑھانے والا تو کوئی موجو ہوگا۔حضرت کی گفتگو میں مجھے اس لذت کا احساس ہوا۔کہ اپنی نماز جنازہ پڑھانے کا اس ناکارہ کی طرف اشارہ ہے۔حضرت کا جلوس جنازہ جب آپ کے پیر کے قدموں میں آکر ٹھہرا۔کسی کو نہیں معلوم جنازہ کون پڑھائے گا۔محقق جدید صاحب کا پیمانہ صبر بیقرار ہوا۔میرے بھتیجے سے پوچھا جنازہ کون پڑھائیگا۔اس نے کہا ہمارے چچا (مولانا شکیب ارسلان صاحب) محقق صاحب نے اس قیامت خیز منظر میں ارشاد فرمایا۔تو تمہارے والد سلمان بھائی سے اجازت لے لینا چاہئے۔محسوس کریں، اس معمولی جملہ میں شر و فساد کا کیسا سیل رواں جاری ہے۔اور جنگ و جدال کی دہکتی ہوئی چنگاری روپوش ہے۔آپ سے کس نے سوال کیا تھا۔پھر کیوں مسئلہ بتانے کی بچینی بڑھ گئی۔آخر مبارک پور کے کسی سائل نے آپکے ادارہ میں اور آپ کے عہد صدارت میں ہو رہی ناانصافی اور حقوق کی پامالی کے سوالات کئے تھے۔سائل کو پریشان کر کے کیوں سوالات واپس کر دئے۔بڑا شوق تھا مسئلہ بتانے کا اسے واضح کر دئے ہوتے۔ایک حاجی صاحب نے آپ سے سوال کیا تھا۔زکوۃ کی رقم حیلۂ شرعی کے بعد ٹاٹا سومو وغیرہ خرید کر کسی عالم دین کو دیدیا جائے۔وہ خدمت دین میں مصروف رہتے ہیں۔اس کا جواب بھی عنایت کر دیا ہوتا۔کیوں خوف طاری ہوگیا۔کیوں خاموشی اختیار کی۔

مثال (۹) لڑکیوں کو لکھنا سکھانا ممنوع یا مباح"

مسائل جدیدہ کے محقق صاحب نے مباح لکھا۔اور اس کے ثبوت میں یہ لکھا حضرت بحر العلوم ایک عرصہ دراز تک جامعہ شمس العلوم گھوسی کے شیخ الحدیث اور مفتی جلیل الشان تھے۔آپ کے زمانہ ہی میں شمس العلوم کا مدرسہ نسواں بلا انکار، ونکیر قائم ہوا۔اور وہ شان کے ساتھ چل رہا ہے۔

آپ نے اپنی عادت کے مطابق بحر العلوم کی ذات پر پھر تہمت لگائی۔ملاحظہ کریں۔ بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ قدرتاً بچیوں کی تعلیم کا خیال آنا ضروری تھا، اس لئے ۱۹۷۳ء میں جامعہ البنات کی داغ بیل ڈال دی گئی۔انتظام تو صرف پرائمری درجات کا تھا۔الضرورات ام الایجاد بچیوں کے شوق کو دیکھ کر الہ آباد بورڈ کے امتحان کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔(روداد جامعۃ البنات) حضرت بحر العلوم ۱۹۸۵ء میں شمس العلوم تشریف لے گئے یعنی بارہ سال قبل سے ہی جامعۃ البنات کا قیام ہو چکا تھا۔اور آپ فرماتے ہیں بحر العلوم کے زمانے میں "نسواں" قائم ہوا۔کتنی سچی بات ہوتی اگر محقق صاحب نے لکھا ہوتا۔شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب اشرفیہ کے مفتی جلیل الشان اور فقہی سیمنار کے روح رواں تھے۔آپ کے عہد میں اشرفیہ کی طرف سے "اشرفیہ گرلس کالج" بلا انکار و نکیر قائم ہوا۔اور اب تک شان سے چل رہا ہے۔کسی بھی مسئلہ کے جواز یا عدم جواز حلال یا حرام کے دلائل قرآن و حدیث یا فقہائے کرام کے احکام و مسائل کی روشنی میں مزین کرنا چاہئے نہ کہ کسی عالم اور مفتی کا عمل۔

جامعہ اشرفیہ میں مولانا محمد احمد صاحب مصباحی کے عہد صدارت اور مفتی نظام الدین صاحب کے عہد افتاء میں کتنے ایسے کام رائج ہیں۔جو ناجائز و حرام اور ظلم اور ناانصافی کے ہیں۔کیا یہ اس لئے جائز ہوں گے کہ یہ سب کام علمائے کرام کی موجودگی میں ہو رہے ہیں۔کچھ مثالوں سے اسے واضح کر رہا ہوں۔

(۱) اشرفیہ انٹر کالج میں بریلوی، دیوبندی، وہابی اور رافضی ہر فرقہ کے علماء اور دانشور مدعو کئے گئے۔اور اسی اسٹیج سے سارے علماء نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور اپنی کمیٹی کا انتخاب کیا۔صلوٰۃ و سلام بغیر پڑھے مجلس کا اختتام ہوا۔اور ان علماء کی بریانی سے ضیافت ہوئی۔

(۲) سید احمد بخاری صاحب کے صاحبزادے کی تاجپوشی میں اکابرین علماء دیوبند و علمائے وہابیہ

کے ساتھ جامعہ اشرفیہ کے دو اساتذہ کی اس محفل میں شرکت ہوئی۔

(۳) "العذاب الشدید" ستر، اسی (۸۰-۷۰) سال قبل مولانا محمد محبوب صاحب اشرفی مبارک پوری کے نام سے چھپی اسی کتاب کو" افادات حافظ ملت کے نام سے چھاپا گیا۔ اور مولانا محمد محبوب صاحب اشرفی مبارکپوری کا نام غائب کر دیا گیا۔ ایسا عمل صحیح اور درست ہے۔

(۴) فلمی اداکارہ اور ممبر پارلیامنٹ نے اساتذۂ اشرفیہ کے ساتھ مزار حافظ ملت پر چادر اور پھول مالا چڑھایا۔ پھر دفتر اشرفیہ میں ضیافت کی گئی۔

(۵) بچوں کے وظیفہ کی رقم لے لی جاتی ہے اور ان کو اس رقم کے بدلے چندے کی رسید دے دی جاتی ہے۔

(۶) تعمیر کے نام پر لمبی رقم لی جاتی ہے۔ اس رقم کو حاصل کرنے کے لئے لمبی رقم رشوت میں دی جاتی ہے اور پچھلی تعمیر شدہ عمارت دکھا کر رقم وصول کر لی جاتی ہے۔

چونکہ یہ سب کام بعہدۂ خیر الاذکیا اور بزمانہ سراج الفقہاء ہوتے ہیں اس لئے یہ سب جائز و مستحسن ہونگے۔

مثال (۱۰) سیدی واستاذی حضرت بحر العلوم صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم

ندوہ میں طلباء اہلسنت کا تحصیل علم جائز ہے یا نہیں۔ اس سلسلہ میں غازیپور سے ایک سوال آیا ہے ہم لوگوں کی نگاہ میں جواز کی صورت نہیں ہے۔ آپ کے زمانہ میں اشرفیہ سے کچھ طلبہ مدرسہ کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ اس کے لئے کیا کوئی شرعی گنجائش سامنے رکھ کر ایسا کیا گیا تھا۔ اگر ایسا ہو تو از راہ کرم اس سے آگاہ فرمائیں۔ ورنہ عدم جواز کا فتوٰی لکھ کر یہاں سے جاری کر دوں۔ فقط نظام الدین خادم اشرفیہ 4/12/1993

اس خط میں بھی وہی پرانا رنگ و آہنگ، تہمت اور الزام تراشی، جس کام کو بحر العلوم نے نہیں کیا۔ خواہ مخواہ ان پر مسلط کر کے سوالات کی بوچھار شروع کر دیا۔ محقق صاحب کو ممتاز الفقہاء محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب سے پوچھ لینا چاہئے تھا۔ اس وقت وہ جامعہ اشرفیہ میں موجود تھے۔ اور ندوہ بھیجنے میں ان کا مشورہ بھی شریک تھا، اور طلبا کو وہاں رہ کر اوقات گزارنے

کی ہدایت بھی کیا تھا یا پھر حضرت مولانا افتخار احمد اور حضرت مولانا رضوان احمد صاحب سے معلوم کرنا چاہئے تھا۔ ان طلبہ کو حضرت بحر العلوم نے نہیں بھیجا تھا۔ وہ زمانہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا تھا۔ اور آپ نے خود بھیجا تھا۔

(۱) آپ جب مبارک پور تشریف لائے۔ وہابیوں دیوبندیوں سے مسلسل چار ماہ تک مناظرہ و مباحثہ فرمایا۔ ان کے کس بل ڈھیلے کرنے کے بعد ہی دم لیا۔ (۲) آپ نے کسی سنی کا نکاح کسی دیوبندی کے ساتھ پڑھا دیا۔ کسی نے حضرت کو آگاہ کیا۔ فوراً مسجد میں حاضر ہوئے۔ جہاں نکاح پڑھایا تھا لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔ نکاح نہیں ہوا۔ نہیں ہوا۔ (۳) آپ نے گجرات ڈھال والی مسجد میں خطاب فرمایا۔ دوران وعظ بدمذہبوں کی طرف سے لکھ کر سوال ہوا۔ آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ سن لو یہ مسجد چاہے ڈھال کی ہو چاہے تلوار کی۔ عبد العزیز کے دل میں جو ہوتا ہے وہی اس کی زبان پر ہوتا ہے اور جو اس کی زبان پر ہوتا ہے اسی پر اس کا عمل ہو ہے۔ اور میں اسکی بھی پرواہ نہیں کرتا کہ سامعین کی تعداد کثرت سے اسی فرقہ سے تعلق رکھتی ہے جس کے بارے میں مجھے حکم شرع بتاتا ہے۔ پھر ان تمام علماء کے انکی کفری کلمات کی تشریح کی۔ پھر حکم شرع سے آگاہ کیا۔ وہ حافظ ملت جو اعلیحضرت کے مسلک کے پاسبان اور نگہبان، اور جامعہ اشرفیہ کے روح رواں اکابرین اہلسنت میں صرف یہی ایک ذات محفوظ تھی۔ محقق صاحب نے اس ذات پر بھی ایک خطرناک اور خوفناک حملہ کر ڈالا۔ اور حافظ ملت کو بھی اپنے قلم کے نشتر سے گھائل اور زخمی کر ڈالا۔ ان کو بھی ناجائز و حرام کا مرتکب بتایا اور گناہ گار ثابت کیا۔ جبکہ حضرت حافظ ملت حزم و احتیاط اور تقوٰی کی اس منزل پر فائز تھے کہ کبھی انگریزی دواؤں کو استعمال نہیں فرمایا کہ اس میں الکوحل کی آمیزش ہوتی ہے۔

حضرت بحر العلوم کی علمی حیثیت تو آپ نے واضح کر دیا کہ جو فتوٰی لکھتے دونوں بزرگوں کو دکھلانا ان کیلئے ضروری تھا۔ پھر حضور حافظ ملت کی موجودگی میں وہ کس طرح طلبہ کو ندوہ بھیجتے۔

اے کاش آپ نے بحر العلوم کی نصیحت پر عمل کر لیا ہوتا۔ "مفتی صاحب آپ کی جرأت اور بے باکی سے کبھی آپ پر مشکلات آسکتی ہیں" تو یہ دن آپ کو دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ ذرا آپ کے

خط کا تیور ملاحظہ کریں۔ حضرت کو سیدی اور استاذی بھی لکھ رہے ہیں اور ساتھ ہی دھمکی اور وارننگ بھی ہے ''ورنہ عدم جواز کا فتوئی لکھ کر یہاں سے جاری کردوں'' جب ندوہ سے تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ تو جو حضرات علماء ندوہ سے تعلیم حاصل کر کے آچکے ہیں۔ انہیں مدارس اسلامیہ میں مدرس رکھنا بھی تو ناجائز ہوگا۔ انہیں علمائے اہلسنت کے اسٹیج پر بلانا اور فقہی سیمنار میں انکی شرکت بھی تو ناجائز و حرام ہوگی۔ ہاں اسی وقت بحر العلوم سے یہ سوال بھی آپ کو کرلینا چاہئے تھا۔ وہابیوں اور دیوبندیوں کے سیمنار میں ہم نے آپ کو شریک ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کیا اس میں شرکت ناجائز اور حرام ہے، اگر ایسا ہو تو آگاہ کریں۔'' ورنہ ہم لوگ تو ایسی مخلوط محفلوں میں شریک ہوتے ہی رہیں گے۔

کرتا ہے کچھ اس بزم میں اصلاح مفاسد　　　نشتر جو لگاتا ہے وہ دشمن نہیں ہوتا

مثال (۱۱) حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ چار کتابیں مبتدی طلباء کی استعداد بنانے والی ہیں۔ شرح جامی، شرح تہذیب، نور الانوار ایک کتاب یاد نہیں۔ بروایت بحر العلوم۔

محقق جلیل مولانا محمد احمد صاحب مصباحی نے شرح جامی اور شرح تہذیب کو تو درس سے نکال دیا۔ ان جگہوں پر اپنے شاگردوں کی کتابیں بزبان اردو داخل نصاب کیا۔ اور اسی کے ساتھ بطور مطالعہ درج ذیل کتب بھی داخل نصاب کی گئیں جس میں تاریخ اسلام چار جلد۔ شاہ معین الدین ندوی، مختصر تاریخ ہند، ابوظفر ندوی، فن تعلیم و تربیت افضل حسین جماعت اسلامی، دنیا کی حکومتیں، مبادئ سیاسیات، جمہوریہ ہند کا دستور اساسی، عام معلومات، ایجادات کی کہانی، شعر یاستاں، سخن نو وغیرہ ان میں ایک بھی کتاب اہلسنت و جماعت کی نہیں ہیں۔ سب وہابی، دیوبندی، ندوی اور رافضی کی ہیں، اگر یہ سب کتب استعداد بنانے والی ہیں تو جامعہ اشرفیہ کا عملہ بہت بڑا ہے۔ تو لگ بھگ تیس سال کے عرصہ میں بھی ان کتب کا بدل تیار کیوں نہیں کیا جاسکا۔ اور اتنے بڑے اسٹاف میں ایک تاریخ اسلام بھی کوئی لکھنے والا نہیں ہے۔ اس سے جماعت اہلسنت کی علمی بے بضاعتی، کم مائیگی، اور محتاجی کا احساس ہوتا ہے۔ اور باطل فرقوں کے ناشرین کی اشاعت واعانت۔

سراج الفقہاء صاحب مسائل بھی غلط بتاتے ہیں

۱۔ سعودیہ سے کسی شخص نے آپ سے سوال کیا۔ میرے یہاں آج ۱۲؍ذی الحجہ ہے میں اپنی قربانی مبارک پور کروانا چاہتا ہوں میرے لئے شریعت کا کیا حکم ہے محقق صاحب کا جواب ہے۔

چونکہ سعودیہ میں آج ۱۲؍ذی الحجہ ہے جو قربانی کا آخری دن ہے اس لئے آج ہی آپ کی قربانی جائز ہوگی۔ مبارک پور میں گو کہ آج ۱۰؍ذی الحجہ ہے۔ اگر آپکی قربانی کل ہوگی تو درست نہیں ہوگی۔

سراج الفقہاء صاحب نے یہ مسئلہ غلط بتایا۔ اولاً سعودیہ میں چاند دیکھنے کا رواج نہیں ہے۔ وہ کلینڈر سے چاند کا تعین کر دیتے ہیں۔ ثانیاً صرف ایک آدمی نے فون پر تاریخ کی اطلاع دی، جب تک اصول شرعیہ کے مطابق چاند کا ثبوت نہیں ہوگا۔ ایک آدمی کے فون سے تاریخ کا تعین نہیں ہوگا۔ اسی وجہ سے اہل سنت کے محتاطین علماء ایک دن بعد بھی عرفات میں وقوف کرنے جاتے ہیں۔

ان وجوہات کے علاوہ احناف کے نزدیک قربانی میں اصل جانور کا اعتبار ہے۔ قربانی کرنے والے کا نہیں۔ مثلاً جانور دیہات میں ہو، اور جس کے نام قربانی ہے وہ شہر میں ہے۔ چونکہ دیہات میں عیدین کی نماز درست نہیں اس لئے بعد نماز فجر قربانی جائز ہے، اور اگر یہی شخص دیہات میں ہو اور جانور شہر میں، اس صورت میں بعد نماز عید قربانی جائز ہوگی۔ احناف کا یہی موقف ہے۔ اور غیر مقلدین کا اس میں اختلاف ہے۔ محققین مسائل قدیمہ کی کتب میں یہی تفصیل موجود ہے۔

۲۔ جمعہ کی سنت نمازیں بحکم سربراہ اعلیٰ ار بجکر ۱۰؍منٹ پر پڑھی جائیں۔ میرے استفسار پر محقق جدید صاحب نے فرمایا ہو سکتا ہے۔ انکی تقریر اہم ہو۔ اس لئے یہ حکم نافذ کیا۔ آپ نے یہ جواب بھی صحیح نہیں دیا۔ مسجد میں سب سے اہم کام نماز ہے۔ اللہ و رسول کا حکم یہی ہے جب لوگ مسجد میں آئیں تو ان کو نماز سے نہ روکا جائے کسی کے نزدیک کسی کی تقریر اہم ہو سکتی ہے۔ مگر اللہ و رسول کے نزدیک مسجد میں نماز اہم ہے۔ اس اعلان کے بعد میں گھر ہی سے سنتیں پڑھ کر آتا ہوں جبکہ فی

زمانہ وتر وسنن مسجد میں پڑھنا مستحب ہے۔

۳۔ جامعہ اشرفیہ کے مفتی اور محقق صاحب نے مبارک پور میں بعد نماز فجر وجمعہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا بند کرا دیا اور فرمایا۔ اگر امام صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے باز نہ آئے تو اس کو ملازمت سے برطرف کر دیا جائے۔ جو سنی بریلوی، جماعت مستحبہ سے نماز ادا کرے تو صلوٰۃ وسلام نہ پڑھے اور جو تارک جماعت، گنہگار بد اطوار، نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کی رعایت میں یہ حکم نافذ ہوا۔ جب کہ ممکن ہے یہ تارک جماعت اسی گروپ سے تعلق رکھتا ہو جس کے یہاں محفل میلاد میں بھی صلوٰۃ وسلام منع ہے۔ اور تاخیر سے آنے کا سبب بھی یہی ہو سکتا ہے۔

اعلیحضرت رضی اللہ عنہ نے جس دور میں یہ لکھا اس وقت یہ اہل سنت کی شناخت اور علامت نہ رہا ہو۔ اب تو سنی، اور غیر سنی کی پہچان صلوٰۃ وسلام ہے۔ اور مسجدوں کی شناخت بھی اس سے ہوتی ہے۔ پھر صرف صلوٰۃ وسلام ہی بند کیوں، اعلیحضرت نے اصل علت نماز میں "خلل" بتایا ہے۔ "تو خلل" جن طریقوں سے ہوتا ہو۔ سب کو بند ہونا چاہئے۔ اس عہد میں دعائیں بھی مانگنا بند ہونا چاہئے۔ کیونکہ لاؤڈ اسپیکر پر آواز بلند ہوتی ہے اس سے نماز میں خلل واقع ہوگا۔ وعظ وتقریر وحفظ قرآن کی تعلیم بھی بند ہونا چاہئے۔ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں پر اپنی طرف سے اتنا سخت حکم لکھا کہ امام نہ مانے تو ملازمت سے برطرف کر دیا جائے اور مدارس اسلامیہ کے ناظم، یا صدر وغیرہ مدارس کی پاکیزہ دنیا کو رشوت جیسی ناپاک چیز سے آلودہ کریں۔ شراب کو شربت اور رشوت کو چندہ کہہ کر وصول کریں۔ ان کے لئے کیسا نرم حکم صادر کیا جاتا ہے۔ "فوراً یہ معاہدہ ختم کریں توبہ و استغفار کریں رشوت میں لی گئی رقم واپس کریں" مگر ناظم اور سکریٹری کو ایسے خبیث معاہدہ پر برطرف کا حکم نہ کریں۔ مفتی صاحب کا ''اہم فتویٰ'' اسی کتاب میں آپ پڑھ لیں۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

۴۔ ایک صاحب اپنی بیوی اور بہو کے ساتھ حج کرنا چاہتے تھے۔ محقق صاحب سے انہوں نے سوال کیا۔ کیا ہم تینوں ایک ساتھ حج کے سفر پر جا سکتے ہیں آپ نے جواب دیا یہ سفر جائز نہیں ہے۔ محقق صاحب کی سائل سے کچھ ذاتی پرخاش اور دوری تھی۔ اس نے بحر العلوم سے پوچھا آپ نے

اس سفر کے جواز کا فتویٰ دیا اور جزیہ کے ساتھ ایک مثال دیکر واضح بھی کیا۔

کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیا عدت کے ایام مطلقہ کو شوہر کے گھر گذارنے کا حکم ہے۔ اور مطلقہ اپنے شوہر کے فسق یا کسی اور وجہ سے بدکرداری کا خوف رکھتی ہو۔ تو فقہاء فرماتے ہیں ایک دایہ یا نگراں رکھ کر شوہر کے گھر ہی عدت گزارے۔ تو حج کے اس سفر میں خود شوہر کی بیوی دایہ اور نگراں کے حکم میں ہوگی۔ اس لئے یہ سفر جائز ہے۔

۵۔ مبارکپور کے ایک سرگرم سنی، صوم وصلوٰۃ کے پابند، جامع مسجد کے پھاٹک پر بیٹھ کر مسجد کا چندہ وصول کرتے۔ اور عرس حافظ ملت میں زائرین کا کھانا پکاتے، اور کھلاتے، محقق صاحب نے ان کی بھی تکفیر کر دی اور تجدید ایمان، وتجدید نکاح وتجدید بیعت کا حکم دیا اور ظلم کی انتہا کر دی، مسجد کے پھاٹک پر بیٹھ کر چندہ کی وصولی سے بھی روک دیا۔ واقعہ یہ تھا کہ انہیں کے محلہ پورہ صوفی سے شیعہ اور دیوبندی کا بھیانک فساد شروع ہوا تھا۔ جو کئی دنوں چلتا رہا۔ خوف اور دہشت کا ماحول تھا۔ پولس اور پی۔اے۔سی۔ کی گاڑی کی آمد رہی۔ ان حالات میں دعوت اسلامی کے مبلغین مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر ''حق'' لگانا شروع کئے۔ آواز کے شور سے بچے بلبلانے لگے۔ عورتوں پر دہشت اور گھبراہٹ طاری، یا اللہ پھر کیا ہو گیا۔ سائل چھت پر جا کر دیکھا سارا ماجرہ سامنے تھا۔ صبح اس نے مدرسہ اشرفیہ کے مدرس حافظ جی سے کہا یہ آپ لوگ "ہری کرتن" کی طرح کیا شور مچا رہے ہیں۔ یہی سوال آپ سے دریافت کیا گیا۔ آپ نے جواب میں صرف اس نکتہ پر نظر رکھی کہ ذکر الٰہی کو ہری کیرتن سے تشبیہ دی گئی ہے۔ لہٰذا یہ کفر ہے۔ یہی سوال بحر العلوم سے ہوا۔ آپ نے سوال کے بنیادی نقطہ "ہری کیرتن کی طرح کیا شور مچاتے ہو" پر غور وفکر کے بعد جواب دیا "سائل ذکر الٰہی کو نہیں بلکہ اس کے طور طریقہ کو ہری کیرتن کی طرح بتایا" ہے۔ خاص ذکر الٰہی کو ہری کیرتن نہیں بتایا۔ جملہ خطرناک ہے اور سخت مگر اس کا قائل کافر نہیں ہے۔ پروردگار کی بارگاہ میں سچی توبہ کرے۔

اس طرح محقق صاحب نے ایک سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو بلا وجہ شرعی کافر بتایا۔

اعلیحضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے۔ اور حکم اسلام کے لئے

اصلاً کوئی خفیف سے خفیف محل باقی نہ رہے۔ (تمہید ایمان وغیرہ)۔

تکفیر مسلم بڑا دشوار اور خطرناک معاملہ ہے۔ اس کیلئے مفتی پر لازم ہے کہ ذاتی رنجش اور بغض وعداوت اسی طرح کسی کی بیجا حمایت وعصبیت سے بالاتر ہوکر۔ بڑی دیانت وامانت، دقت نظر سے غور کرے ورنہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشاد کا مصداق ہے۔ تم میں جو شخص فتوی دینے میں جری ہے وہ آتش دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے۔ جو شخص بے وجہ روشن کسی مسلمان کی تکفیر پر جسارت کرتا ہے اس کی تنبیہ کے لئے صرف یہی ایک حدیث کافی ہے۔

یعنی جو شخص کسی کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے کسی ایک پر یہ بلاضرور پڑے گی۔ جسے کہا حقیقتاً کافر تھا تو خیر، ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔ (رواہ الائمہ امام مالک وبخاری ومسلم)

صورت مسئلہ میں بحرالعلوم نے اس کی شرعی حیثیت سے آگاہ کر دیا اور خفیف سے خفیف محل ہی نہیں بلکہ حکم اسلام کامل طور پر واضح فرمایا۔ محقق صاحب مذکورہ قول رسول سے جو واضح ہے اس پر عمل کریں۔

۶۔ جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری مدظلہ العالی مدینہ پاک حاضر ہوئے افریقہ سے حضرت کے مرید ملاقات کیلئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے افریقہ میں رمضان کا چاند دیکھا تھا۔ حضرت کے ساتھ شریک علماء نے ان کی رویت کی شہادت ان سے لی اور بریلی شریف آنے کے بعد قاضی شرع کے حضور شہادۃ علی الشہادۃ گزاری، قاضی شرع اور حضرت تاج الشریعہ کا اعلان انٹرنیٹ اور اخبار میں شائع ہوا کہ بریلی اور اطراف بریلی کو ایک روزہ کی قضا ضروری ہے۔ مبارک پور کے سنی مسلمانوں نے محقق جدید صاحب سے سوال کیا ہمیں بھی ایک روزے کی قضا کرنی ہے۔ آپ نے جامع مسجد میں اس کا جواب دیا۔ ایمانداری تہذیب وشرافت اور اصول فتوی کے مطابق جواب صرف یہ تھا کہ مبارک پور کے سنی مسلمانوں کو ایک روزہ کی قضا نہیں رکھنا ہے۔ مگر انہوں نے پھر اپنی پرانی عادت کے مطابق حضرت تاج الشریعہ پر تہمت لگائی پھر اسی کے مطابق بیان کرنا شروع کیا۔ مدینہ سے جو چاند لایا گیا وہ ہندوستان نہیں آسکا۔ پھر موشگافی مبارک پور کا قاضی خود جاکر راجستھان شہادت دے وہ شہادت مقبول نہیں ہوگی۔

موٹی عقل کے دانش مند نے جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب کو کتنا کم فہم اور جاہل سمجھ رکھا ہے۔ کہیں سے شہادت کس طرح آسکتی ہے یہ انہیں معلوم نہیں ہے۔ پھر تاج الشریعہ کی اطاعت اور تابعداری کو اللہ کی نافرمانی، معصیت اور گناہ بتایا۔ وہ بھی خاص مسجد کے محراب میں اور محقق صاحب کس طرح کی شہادت پر چاند حاصل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۷۔ مبارک پور کے قاضی، مفتی، اعلم علماء بلد بالاتفاق حضرت بحرالعلوم تھے۔ آپ کی موجودگی میں مولانا محمد احمد مصباحی صاحب، مفتی نظام الدین صاحب اور مولانا عبدالحفیظ صاحب (جنہیں درس و تدریس اور فقہ وافتاء سے کبھی دور کا بھی واسطہ نہیں رہا) انہوں نے بھی مسند قضا سنبھال رکھی تھی ان تینوں حضرات کو شرعاً قضا کا حق کس طرح حاصل ہوا۔ کہ مبارک پور کے رویت ہلال کا فیصلہ آپ کریں۔

شرعاً قانوناً اور اخلاقاً اس منصب کے حقدار بحرالعلوم تھے۔ آپ حضرات نے ظلماً انہیں ان کے حق سے محروم کیوں کیا۔ اور خود رویت ہلال کا فیصلہ واعلان کیوں کرنے لگے۔ جو چاند آپ کی طبیعت کو جچتا، پسند آتا، اسے قبول کرتے، ایک سال اعلان کر دیا۔ چاند کا شرعی ثبوت فراہم نہیں ہوا۔ اس لئے مسلمان کل روزہ رکھیں۔ آپ کے اعلان کے بعد مسلمانوں نے سحری کھالیا۔ نماز فجر ادا کی پھر سو گئے۔ خدا جانے ہم کہاں سے چاند ڈھونڈ لائے۔ اور عید کا اعلان کر دیا۔ جن جن کو سلا دیا تھا جب وہ بیچارے اٹھے۔ تو معلوم ہوا عید کی نماز ہوگئی۔ کسی سال چاند کی شہادت لینے گھوسی گئے وہاں شرعی قانونی کاروائی کے بعد چاند لفافہ میں بند کر دیا۔ چاند کا شرعی ثبوت ہو چکا ہے کل عید ہے۔ شاہدین نے فون کر کے بتایا۔ ہم گواہی لیکر آرہے ہیں۔ مولانا محمد احمد مصباحی صاحب نے اعلان کر دیا، چاند کا شرعی ثبوت ہو چکا ہے، کل عید ہے۔ گھوسی جانے آنے پھر قاضی کی کاروائی کا حساب کتاب لگا کر فیصلہ ہوا، اتنی جلدی چاند لیکر نہیں آسکتے۔ عوام اہلسنت نے دفتر گھیر لیا۔ کون لوگ گھوسی سے آئے ہیں، وہ پرچہ کہاں ہے۔ مولانا مصباحی صاحب نے جلدی جلدی دفتر بند کر کے راہ فرار اختیار کیا۔ انہیں وجوہات سے فی الوقت قرب و جوار کے علماء مبارک پور کے اعلان پر اعتماد نہیں کرتے۔

حضرت بحرالعلوم کی سرزنش: ایک دفعہ حضرت بحرالعلوم کے پاس دو آدمی عید
کے چاند کی شہادت دینے آئے۔ آپ نے محقق صاحب کو بلایا۔ آپ آنے لگے تو مولانا عبدالحفیظ
صاحب نے فرمایا آپ اعلان کر کے جائیں۔ چاند کی شہادت نہیں ملی۔ محقق صاحب بحرالعلوم کی
خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ میرے پاس یہ شاہد آئے ہیں ان سے شہادت لے
لیں۔ آپ نے فرمایا میں نے اعلان کر دیا ہے کہ چاند نہیں ہوا۔ میں کہتا ہوں یہ شریعت کا حکم تھا،
گواہی لیکر اللہ ورسول کے حکم کے مطابق اعلان کر دینا چاہئے تھا، مگر دل اور دماغ پر ایک انسان کا
خوف مسلط ہے۔ اور انہیں کے دست قدرت میں آپ کی ملازمت ہے۔ بہر حال بحرالعلوم نے
فرمایا پھر کیا کرنے آپ آئے ہیں، پھر ارشاد فرمایا۔ شہادت، قضا، پھر اعلان شرعاً میرا حق ہے، میں
خود ان حضرات سے گواہی لیکر اعلان کر سکتا ہوں۔ مگر فتنہ و فساد ہوگا۔ اور جماعت اہلسنت میں
انتشار ہوگا۔ اس لئے خاموش ہوں۔ آپ حضرات ممانی کر رہے ہیں۔ الغرض ان تینوں علمائے
کرام کے پاس شرعی اصول کی خلاف ورزی کا کیا جواز ہو سکتا ہے۔

اعلیحضرت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ "جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو جائے،
جو معاملہ شرعیہ میں کفایت کر سکے تو شرعی سب کام علماء کے سپرد ہوں گے۔ اور مسلمانوں پر لازم ہوگا
کہ اپنے ہر معاملہ شرعیہ میں انکی طرف رجوع کریں۔ وہ علماء ہی حاکم اور قاضی سمجھے جائیں گے۔
پھر اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو ہر ہر ضلع کے لوگ اپنے علماء کا اتباع کریں۔
اور اگر ضلع میں عالم کثیر ہوں تو جو سب سے زیادہ احکام شریعت کا علم رکھتا ہو اس کی پیروی
ہوگی۔ اور اگر علم میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈال لیں۔

جب تک بحرالعلوم حیات ظاہری میں موجود تھے تو دو چار دس موبائل کی خبر پر رویت
ہلال کے ثبوت کی جرأت نہیں ہوئی۔ کہ ابھی وقت نہیں آیا تھا اور آپ کے وصال کے بعد شرعی
معاملات میں بھی آزادی اور ممانی شروع ہو گئی۔ کہ چند موبائل کی خبروں کو اکٹھا کر کے خبر مستفیض
ثابت کر کے چاند کی شہادت کا اعلان کر دیتے ہیں۔ قدیم اور جدید اکابرین علماء اہلسنت موبائل اور

فون کے ذریعہ حاصل خبروں کو خبر مستفیض نہیں مانتے۔ ہمیں سواد اعظم کا اتباع لازم ہے۔ صرف
ایک ادارہ کے چند مولویوں کا حکم، شرعی نہیں مانا جائیگا۔

۸۔ مسلمانان اہلسنت مبارک پور ابتداءً جب ان کے پاس کوئی زمین نہیں تھی جس پر مدرسہ تعمیر
کرتے۔ پھر بھی تعلیم کا آغاز ہوا اور خانہ بدوشانہ انداز میں، اس مسجد سے اس دالان میں اس "دالان"
سے اس برامدے میں، اس برامدے سے اس مکان میں اس مکان سے اس دوکان میں اور یہی حال
اس میں علماء کی آمد کا بھی رہا کہ بارہ سال کی مدت میں چھ مدرس آچکے تھے۔ اور مدرسہ اسی خانہ
بدوشانہ زندگی پر قانع رہا تا آنکہ ۱۳۴۱ھ میں رئیس قصبہ جناب عبدالوہاب صاحب گرہست (یہ
خوش عقیدہ آدمی تھے) نے محلہ پرانی بستی میں خام دو منزلہ عمارت مدرسہ کے لئے مخصوص کر دی۔ اور
تھکے ہارے مسافر کو گویا ایک منزل مل گئی۔ (مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک)

اس وقف نامہ کو "مولانا مظفر حسن صاحب ظفر قادری" کے الفاظ میں بھی نقل کر دوں۔

پھر اردو تعلیم کے لئے میرا اور میرے ماموں زاد بھائی اشہد حسن انصاری کا مدرسہ اشرفیہ
مصباح العلوم واقع محلہ پرانی بستی میں داخلہ کرایا گیا۔ یہ وہ عمارت تھی جس کو میرے دادا شیخ عبد
الوہاب انصاری اور ان کے بھائیوں نے دینی تعلیم کیلئے قوم کے نام وقف کیا تھا۔

جس کی نقل میرے ماموں زاد بھائی مولوی اسرار الحسن انصاری اشرفی کے پاس موجود
ہے۔ (اسلام کا نظریہ حیات وممات)

یہ وقف نامہ چھپ بھی چکا ہے یہ وہی عمارت ہے جو پرانا مدرسہ کے نام سے مشہور ہے۔
حضرت مولانا سید شمس الحق صاحب اور حضرت حافظ ملت رحمہما اللہ وغیرہ نے وہاں سے تعلیم کا آغاز
کیا اور عرصہ دراز تک ممتاز الفقہاء حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ و مولانا نصیر الدین صاحب، حافظ جمیل
صاحب وغیرہ اور بہت سے طلباء تعلیم میں مصروف رہے۔ ادھر چند سالوں سے جامعہ اشرفیہ کی
انتظامیہ نے اس عمارت کو گرا کر شاندار دو منزلہ عمارت بنوایا۔ یہ عمارت اس وقت صرف ایک
خاندان کا عشرت کدہ بن کر رہ گیا ہے۔ یہ زمین مذہب و مسلک کی تعلیم کے لئے اور مذہبی ادارہ قائم
کرنے کے لئے دی گئی ہے۔ اور وقف میں شرائط واقف کا اتباع واجب ہے۔

اعلیحضرت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے اور متولی

(ناظم یا صدر) جب ایسا کرے تو فرض ہے ان کو نکال دیں۔ وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وقف کو ظلم سے نجات دلائیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

جائداد کا واقف کی منشاء کے خلاف استعمال کرنا ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔ یہ انتظامیہ کی سخت ذمہ داری ہے وہ اپنا محاسبہ کریں۔ اور اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔ پروردگار کا خوف دل میں لائیں اور اس کے باز پرس سے محفوظ رہیں۔

۹۔ محقق صاحب کی طرف سے فطرہ کبھی گیہوں ۲ کلو ۴۵ گرام یا اس کی قیمت پھر کبھی آٹا یا اس کی قیمت، آپ فرماتے ہیں کیونکہ آٹا ہی کھایا جاتا ہے اس سال آٹا اور گیہوں کی درمیانی قیمت اب آئندہ سال شاید گیہوں کے آٹے کی روٹی کی قیمت سے فطرہ نکالنے کا حکم دیں گے کیونکہ روٹی ہی کھائی جاتی ہے۔ یہ شریعت مطہرہ کے احکام میں بازیچۂ اطفال نہیں ہیں۔ ہمیشہ مبارک پور کے علماء کرام نے گیہوں کی قیمت سے حساب لگایا۔ کبھی الجھن نہیں ہوئی۔ موصوف مسائل جدیدہ کے محقق ہیں اس لئے نئی نئی سوچ سے عوام کو پریشانی میں مبتلا کرتے ہیں۔

۱۰۔ موبائل پاکٹ میں ہو، اور آدمی نماز میں ہو۔ گھنٹی بج جائے۔ تو پاکٹ سے نکالے بٹن پر ہاتھ رکھ کر بند کرے پھر جیب میں ڈال لے۔ ایسی نماز کو صحیح اور درست کہتے ہیں۔ ہماری نظر میں یہ عمل کثیر ہے اور نماز کی حالت میں عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ عمل کثیر کی تعریف میں علماء فرماتے ہیں نماز میں ایسی حرکت کرے جس سے معلوم ہو کہ یہ نماز کی حالت میں نہیں ہے۔ تو موبائل کے اس عمل سے بلاشبہ آدمی کو خارج نماز ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ اور کوئی عمل تین بار کیا جائے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ موبائل کے سائرن کی آواز سے سیکڑوں نمازیوں کی طمانیت قلبی رخصت ہو جاتی ہے۔ یہ نماز میں ایسا خلل انداز ہے اور محقق صاحب ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں جو ملامت کے حقدار ہیں۔

۱۱۔ محقق صاحب نے مبارک پور اور قرب و جوار کی مساجد میں اعلان کے لئے پرچے بھجوائے جس میں "مہر" باندھنے کی ہدایت تحریر کی؛ "مہر پانچ ہزار روپے اور سو گرام چاندی متعین کر کے نکاح پڑھائے جائیں۔ اس حکم میں بھی آپ نے ایک بدعت شریک کر دی۔ قدیم علماء کرام "مہر" سکہ رائج الوقت سے باندھتے تھے۔ آپ چونکہ مسائل جدیدہ کے محقق ہیں۔ اس لئے حکم کچھ الگ

تھلگ ہونا ہی چاہئے۔ عوام کو نئی نئی باتوں سے الجھن اور پریشانی میں ڈالنا ہے۔

۱۲۔ ایک بار امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ عورتوں کا "مہر" چالیس روقیہ" سے زیادہ نہ کرو۔ ورنہ جو زیادہ ہوگا۔ اس کو بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔ ایک عورت بولی اے امیر المومنین یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک میں اللہ پاک یہ ارشاد فرماتا ہے۔، اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہتے ہو اور اسے ڈھیروں دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ یہ سنکر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ **امرأة اصابت، ورجلٌ اخطاء** یعنی ایک عورت نے صحیح کہا اور ایک مرد نے خطا کی۔ (کنز الایمان)

اس واقعہ میں خلیفۃ المسلمین کا ارشاد **و رجلٌ اخطاء** آپ نے پڑھ لیا۔ اس لئے آدمی کو صرف اپنی تحقیق پر فخر اور اپنے علم پر نازاں نہیں ہونا چاہئے۔ میں نے آپ کے "صحیح فتویٰ" کی ہدایت پڑھی جس میں تحریر ہے کہ اسی طرح فتاوے تکفیر کے لئے قلم اٹھانے والے کو درج ذیل امور کا علم ضروری ہے۔

۱۔ لزوم کفر، التزام کفر کے مواقع اور دونوں میں فرق، کفر فقہی و کفر کلامی کا فرق۔

۲۔ شبہ فی الکلام، شبہ فی المتکلم، شبہ فی المحکم یعنی آپ کے بقول تاجدار اہلسنت جانشین مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب ازہری اور آپ کے استاذ ممتاز الفقہا محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کو اس سے آگاہی نہیں اور سیکڑوں فقہائے کرام اس فرق سے نابلد ہیں۔ انکی ہدایت و رہنمائی کے لئے "صحیح فتویٰ" آپ نے لکھا ہے۔

پھر میری کیا حیثیت اور میرے ایرادات کی کیا وقعت، جسے آپ لائق اعتناء سمجھیں۔

کہ رہا ہے موج دریا سے سمندر کا سکوت — جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

ہمارا مقصد رضائے الٰہی کے لئے شرعی احکام و مسائل سے واقف کرانا ہے۔ اور "بس" رب کریم اپنے حبیب کے صدقہ میں اسے قبول کرے۔ ناجائز اور حرام کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسلامی اداروں کو رشوت جیسے خبیث عمل سے محفوظ و مامون فرمائے اور جتنے غیر شرعی احکام اور امور نافذ العمل ہیں پروردگار اس سے بچائے۔ آمین۔

حضرت بحر العلوم کا استعفیٰ اور اس کے اسباب وعلل

؎ میں پربتوں سے لڑتا رہا اور چند لوگ ۔ گیلی زمین کھود کے فرہاد ہو گئے

زبردست عالم وفقیہ، مدرس ومحقق، محدث وخطیب، قائد اور رہنما، مدبر ومفکر، ماہر علوم وفنون، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، سند الفقہاء، مرجع العلماء، استاذ الاساتذہ محسن اہلسنت کا نام "بحر العلوم ہے" آپ جامعہ اشرفیہ کی تعمیر وترقی، اس کے عروج وارتقاء، اور اس کی حفاظت وصیانت کے بنیادی رکن ہیں۔ اور حضور حافظ ملت کے مشن کے جانباز سپاہی۔ آپ کی بے مثال قربانی اور ایثار کے باوجود کس بے رحمی اور بے دردی کے ساتھ آپ کو جامعہ اشرفیہ سے علٰیحدہ کیا گیا۔ یہ وہی داستانِ درد والم ہے جو نمناک اور اشک بار آنکھوں سے پڑھی جانے کے قابل ہے۔

آپ کے عہد صدارت میں طلباء نے اسٹرائک کیا۔ اور جامعہ اشرفیہ بند ہو گیا۔ ذمہ دارانِ ادارہ نے اشرفیہ بند ہونے کے اسباب معلوم کرنے کے لئے بورڈ تشکیل دیا۔ اور انکواری بیٹھائی۔ سارے مدرسین کے بیانات نوٹ کئے گئے۔ بورڈ کے افراد، حضرت کے بیان کے لئے حاضر ہوئے۔ بیان سے قبل انھوں نے آپ کے خلاف لگائے گئے چارج، کی صفائی ضروری سمجھی، چارج تھا آپ کے عہد میں لاقانونیت، اور معمانی ہو رہی ہے۔ مثلاً حوض میں لڑکے مچھلیاں مار رہے تھے۔ آپ نے ان بچوں کا خارجہ کر دیا۔ اتنی معمولی بات پر خارجہ یہ معمانی ہے۔ بحر العلوم نے وہ سارے پرچے جس پر کبھی شارح بخاری نے، کبھی ناظم اعلیٰ نے اور کبھی سربراہِ اعلیٰ نے حکم نامہ صادر فرمایا تھا۔ پہلے ایک پرچہ نکال کر پڑھا، یہ لڑکے حوض میں مچھلی مار رہے تھے۔ ان کے خلاف سخت کارروائی کریں۔ عبد الحفیظ عفی عنہ۔ حضرت نے فرمایا سخت کارروائی کا آرڈر آیا۔ خارجہ کر دیا۔ اس طرح لگائے گئے سارے الزامات کے جواب پرچے نکال نکال کر دیتے رہے۔ اشرفیہ میں اس وقت تین چار حاکم ہیں۔ جن کا حکم چلتا ہے۔ اور میرا قلم چلتا ہے۔

اشرفیہ کے بند ہونے کے اسباب میں خاص وجہ جو بورڈ کے ذمہ داروں نے لکھ کر دی وہ یہ تھی۔ ایک اہم شخصیت کے شاگرد رشید کو اسی جماعت کے بچوں نے کچھ نرم وگداز الفاظ میں ان

کی پزیرائی کر دی اور کسی طالب علم نے چین اور چاقو سے ان پر حملہ بھی کر دیا تھا۔ اس شخصیت کے قلب وجگر پر شاق گزرا اور ان کو اذیت ہوئی۔ اس وقت کے قائم مقام صدر مدرس کے پاس حکم نامہ بھیجا۔ اس جماعت کے بچوں سے معلوم کریں کس نے ایسا مذاق کیا تھا۔ وہ نہ بتائیں تو ان تمام بچوں سے باری باری قسم دلوائیں۔ میں نے یہ میٹھے اور نمکین جملے نہیں کہے ہیں۔ اگر میں نے کہا ہو تو میں جب جب نکاح کروں تب تب میری بیوی کو طلاق۔ اس اسٹرائک میں ان طلباء نے یہی قسم کھائی ہے۔ کہ اگر کسی بچے کا خارجہ ہوا۔ تو کوئی نہیں رہے گا۔ رہیں گے تو ساتھ ساتھ۔ جائیں گے تو ساتھ۔ جو اس کی خلاف ورزی کرے گا۔ تو جب جب نکاح، تب تب طلاق۔

اس طرح بورڈ نے اپنا فیصلہ لکھ کر دے دیا۔ کمیٹی نے ان مجرمین اور خطاواروں کو اس کی سزا کیوں نہیں دی۔

بحر العلوم میں ایک خاص بات تھی۔ اصول اور ضابطہ کے پابند تھے۔ مدرسہ کے اوقات سے پہلے پہونچتے، صلوٰۃ وسلام میں شریک ہوتے۔ کسی مدرس کو کسی مدرس کی درسگاہ میں موجود پاتے۔ انھیں ٹوکتے۔ اوقات درس سے تاخیر سے آنے والے مدرس کو صحیح ٹائم لکھنے کی ہدایت دیتے۔ خلاف ورزی پر سرخ قلم سے نشان لگاتے۔ بغیر رخصت کی درخواست دئے مدرس کو غیر حاضر لکھتے۔ جو مدرس دستخط کے بعد بغیر اطلاع کے اپنے کسی کام سے چلے جاتے اس سے باز پرس کرتے۔ طلباء جس مدرس کے تعلیم کی شکایت کرتے انھیں مطالعہ کرنے کی ہدایت کرتے۔ کسی مدرس کے چندہ کا کمیشن کم کیا انھیں تکلیف ہوئی۔ اور جو مدرس اپنے درس میں لایعنی باتوں میں گزارتے ان کو تنبیہ کرتے۔ اس طرح ہر مدرس خوف زدہ اور حراساں تھا۔ آزادیاں ختم تھیں۔ معمانی نہیں کر پاتے تھے۔ ایک ماہ کی دستخط ایک ہی دن نہیں کر سکتے تھے۔ پڑھائیں یا نہ پڑھائیں۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس اصول پسندی سے شرعی اور مذہبی دیانتداری کا ماحول قائم تھا۔ نہ کسی کی حق تلفی تھی نہ بے انصافی، بورڈ بیٹھا کر بحر العلوم کو مجرم ثابت کرنا تھا۔ اس میں بھی وہ ناکام رہے۔ جب ہر طرح تھک ہار گئے تو مختلف قسم کے وار کئے۔

پہلا وار: حافظ ملت علیہ الرحمہ نے آپ کی علمی وجاہت اور فکری صلاحیت کی بنیاد پر اشرفیہ کی ورکنگ کمیٹی کا آپ، کو ممبر منتخب کیا تھا۔ مگر موجودہ سربراہِ اعلیٰ نے نوٹس دیکر آپ کی ممبری کو ختم کیا۔

حضرت حافظ ملت نے اشرفیہ کے دستور میں تحریر فرمایا ہے۔"پورے ہندوستان سے اہلسنت وجماعت میں سے ذہین اور اصابت رائے رکھنے والے، اور قانون سے واقف عوام، اور علمائے کرام میں سے جن کی ہمدردیاں واضح ہوں" ممبر بنائے جائیں۔ موجودہ قیادت کو بحرالعلوم کی ذات میں دیانت کی کمی کا احساس ہوا ہوگا۔ اور اصابت رائے بھی نہیں رکھتے رہے ہوں گے، اور جامعہ اشرفیہ سے ہمدردیاں بھی ختم ہوگئی ہوں گی۔ اس لئے سب سے پہلے ممبری ختم کیا۔

موجودہ عہد میں موصوف جامعہ اشرفیہ میں جن جن ممبران کو ڈھونڈ کرلاتے ہیں۔ کبھی تنہائی میں بیٹھ کر دیانت کے ساتھ غور کرلیجئے گا۔ اور اپنے ضمیر سے فتویٰ حاصل کرلیجئے گا۔ مگر شرط ہے" قلب سلیم کا استعمال"" قلب سقیم" یا بیمار دل نہیں۔ کبھی آپ کے ساتھ ان ممبران کی سوانح حیات لکھی جائے گی۔ سردست اتنا لکھ دینا کافی ہے۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز ۔ کبوتر با کبوتر باز باباز

دوسرا وار:۔ بحرالعلوم جامعہ اشرفیہ کے باکمال اور ہردلعزیز خطیب تھے۔ ہندوستان کے بیشتر شہر، گاؤں، دیہات کو اپنے قدموں سے روندتے رہتے۔ اس سے اشرفیہ کی شہرت اور چندہ کی راہ بھی ہموار ہوتی۔ ایک قانون پاس کرایا کہ مدرس کو بیس دن کی چھٹی ایک سال میں دی جائے گی، ظاہر ہے بحرالعلوم کے علاوہ کون سفر کرتا ہے۔ اس طرح تنگ اور عاجز آکر خود ہی اشرفیہ چھوڑ دیں گے۔ حضرت نے اس تلخ اور کڑوے گھونٹ کو بھی برداشت کیا۔ حسب ہدایت جلسوں کی شرکت سے معذرت کرلیتے۔

تیسرا وار:۔ سوال ہوتا ہے (صدرالمدرسین) بحرالعلوم اپنی مصروفیات تحریر کریں۔"الامان والحفیظ" یہ سوال کس سے ہورہا ہے۔ جس نے اشرفیہ کی تعمیر وترقی میں اپنی جوانی کی ساری توانائیاں صرف کیں۔

یہ سوال کس سے ہورہا ہے۔ جس نے الجامعۃ الاشرفیہ کے تعمیری چندوں میں حضور حافظ ملت کے ساتھ ہر سفر میں شرکت کی۔ اور جب تقریر کریں اور نذرانہ مل جائے تو اشرفیہ سے اس سفر کا کرایہ بھی نہ وصول کریں۔

یہ سوال کس سے ہورہا ہے، جس نے الجامعۃ الاشرفیہ کی تحریک میں حضور حافظ ملت کے ساتھ رہکر جان کا خطرہ بھی مول لیا۔

قصر اشرفیہ کی بنیادوں کو مستحکم کیا ۔ کرکے دن اور رات محنت سیدی بحرالعلوم
کاٹ دی ساری جوانی حافظ ملت کے ساتھ ۔ بازوئے معمار ملت سیدی بحرالعلوم

یہ سوال کس سے ہورہا ہے۔ جو اوقات درس سے دس منٹ قبل حاضر ہوں۔ اور صلوٰۃ وسلام میں شریک ہوں۔

یہ سوال کس سے ہورہا ہے۔ جو جاڑے، گرمی، برسات ہر موسم میں کبھی کبھی دوکلومیٹر سے چل کر رات کے سناٹے میں جامعہ اشرفیہ میں حاضر ہوں۔ اور عشاء کی جماعت میں طلبہ کم تعداد میں ہوں تو ان کو تنبیہ کریں۔ اور کثیر تعداد میں ہوں تو ان کو شاباشی دیں اور پندونصائح کے بعد واپس آئیں۔

یہ سوال کس سے ہورہا ہے۔ جنھوں نے بخاری شریف کی ۲ر گھنٹی پڑھانے کے بعد اساتذہ پر کڑی نظر رکھی۔ جو استاذ کسی دوسرے استاذ کی درسگاہ میں موجود ہوتا اسے اول اول اپنی نگاہوں سے سمجھاتے۔ پھر دوسرے دن وجہ بتاؤ نوٹس جاری کرتے۔ آج ہے کوئی صدر مدرس جو اس ذمہ داری کا احساس کرے۔ آج تو صرف اپنے عہدہ اور منصب کے حفاظت کی فکر رہتی ہے۔

چوتھا وار:۔ جامعہ اشرفیہ کی ورکنگ کمیٹی میں سربراہ اعلیٰ نے ڈرامائی انداز میں سوال اٹھایا۔ "میرے اختیارات کیا ہیں"۔"ممبران حیرت زدہ" آپ کے تو سارے اختیارات ہیں۔ فرماتے ہیں کیا میرے اختیارات ہیں، جب میں ایک لڑکے کا داخلہ نہیں کراسکتا۔ اپنی جیب سے ایک پرزہ نکالا۔ اور سامنے رکھ دیا۔

اس واقعہ کی مختصر داستان یہ ہے کہ جامعہ اشرفیہ میں داخلہ کا اصول ہے۔ جس پر آج بھی جامعہ قائم ہے۔ اب تو پندرہ بیس روز تک داخلہ ہوکر کارروائی بند ہوجاتی ہے۔ حضرت نے کسی لڑکے کو ذی قعدہ کے مہینے میں پرچہ لکھ کر صدرالمدرسین کے پاس بھیجا۔ حضرت بحرالعلوم نے اس بچہ کو لکھ کر دیدیا۔ اس بچے کے قیام وطعام اور کمرے کا انتظام کردیا جائے۔ اور ٹسٹ لیکر درجہ کا تعین کردیا جائے۔ اس سال امتحان میں شریک ہوگا آئندہ سال اسی حساب سے اگلی جماعت میں باضابطہ اس کا نام داخلہ رجسٹر میں

درج کردیا جائے گا۔ اس طرح اشرفیہ کے اصول کی خلاف ورزی بھی نہیں ہوگی۔ اور حضرت کے حکم پر بھی عمل ہوجائے گا۔ اس طالب علم نے وہ پرچہ دفتر میں بیٹھے کلرک کو نہ دیکر آپ کی خدمت میں پیش کردیا۔ اور آپ نے اپنی جیب میں محفوظ فرمالیا۔ وہی پرچہ کمیٹی میں پیش کیا۔ کمیٹی نے صدرالمدرسین کو نوٹس جاری کی۔ آپ نے ایسا کیوں کیا۔

صدرالمدرسین نے ایک مختصر، اور دوسرا طویل جواب تحریر فرمایا۔ اگر مختصر جواب سے طمانیت قلبی حاصل ہوجائے تو تفصیلی جواب نہ پڑھا جائے۔ پہلا جواب پڑھا گیا تو کمیٹی کے ذمہ داروں نے کہا تفصیلی جواب بھی پڑھا جائے اور اسے بھی دیکھا جائے۔ پھر نوٹس جاری کیا۔ "صدرالمدرسین صاحب نے سربراہ اعلیٰ کی حکم عدولی کی ہے آئندہ اس سے احتراز کریں" حضرت بحرالعلوم نے احتجاج کرتے ہوئے استعفیٰ پیش کردیا۔

؎ رموز مملکت خویش خسرواں دانند۔

حضرت کا استعفیٰ آج بھی جامعہ اشرفیہ کے دارالامان میں محفوظ ہوگا اسے شائع فرمادیں، آپ کی قلعی کھل جائے گی۔ اور مبارکپوری سنی عوام اس سے واقف بھی ہوجائے گی۔

؎ دامن پہ کوئی داغ نہ خنجر پہ کوئی چھینٹ ۔ تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

بحرالعلوم سے نفرت، دوریاں اور کدورتیں اتنی شدید تھیں کہ حضرت دو یا تین سال کے بعد ریٹائرڈ ہونے والے تھے۔ اپنے والد محترم کے وفادار اور جانثار کے ساتھ اتنا وقت بھی گزارنا گوارہ نہ ہوا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ انہیں رکھتے نہ رکھتے آپ کو اختیار تھا۔ مگر بے عزت کر کے نکالنا تھا۔ وہ شوق پورا کرلیا۔ جبکہ بحرالعلوم نے یہ بھی لکھا تھا۔ اس دیرینہ نیازمند کی طرف سے کوئی غلط فہمی نہیں پیدا ہونا چاہئے۔

ایک معمولی اور بے حیثیت طالب علم (بحرالعلوم کی شخصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے بے حیثیت لکھا۔ ورنہ دینی اور اسلامی راہ کا طالب علم بے حیثیت نہیں ہوتا) کا بہانہ بنا کر غیر دانشمندانہ فیصلہ کیا گیا اور انگلیوں سے انگار بجھانے کا فیصلہ کر کے خود اپنے ہی ہاتھ جلا ڈالے۔ جبکہ درویش شکل، احسان فراموش انسانوں نے ان کو ایسے وقت میں جسمانی اور روحانی کوفت میں مبتلا کیا کہ ان کی برسہا

برس کی خدمات اور احسانات کے صلہ میں ان کو ہر طرح کا سکون اور سہولت کے اسباب مہیا کرنے کا وقت آگیا تھا۔ مگر اچانک ایسے حادثہ سے دوچار ہونا پڑا۔ جس کا وہم وگمان بھی تصور میں نہ تھا۔ ذہنی، روحانی، نفسیاتی طور پر آدمی کو بے چینی کی کیفیت میں مبتلا کرتا ہے۔ اس پر ایک ایسے آدمی نے وار کیا تھا۔ جن کے والد محترم زندہ ہوتے تو خود ان کے سر کا تاج بنا کر رکھتے۔ بحرالعلوم کی جامعہ اشرفیہ سے علیحدگی یہ سراسر غلط، اور ایک سازش کا نتیجہ تھی۔ جامعہ کو اس کے اہم ترین استاذ اور جاں نثار عاشق کی خدمات سے جبری طور پر محروم کردینا۔ ایک ایسا سانحہ تھا۔ جس سے نہ صرف جامعہ اشرفیہ اور محسنین برادری کے جذبات واحساسات بڑے پیانے پر مجروح ہوئے۔ بلکہ جامعہ اشرفیہ کی زریں روایات بھی پامال ہوئیں۔ اس المیہ سے نہ ہم صرف نظر کرسکتے ہیں اور نہ مستقبل کا انصاف پسند مؤرخ، اسے نظرانداز کرسکتا ہے۔

ہماری ناقص رائے میں اس المیہ کو یاد رکھنا۔ اور آئندہ نسلوں کو اس سے مطلع کرنا۔ اس لئے بھی ضروری ہے۔ تاکہ احسان فراموش، اور کردارکشی کرنے والے مجرموں کی نشان دہی بھی کی جائے۔

؎ دشمنوں نے تو دشمنی کی ہے ۔ دوستوں نے بھی کیا کمی کی ہے

حضور حافظ ملت کے عہد صدارت میں مولانا سید احمد اشرفی اور مولانا محمد ادریس بستوی کا کسی معاملے میں حضرت نے اخراج کردیا۔ ان کے داخلہ کے لئے کافی دباؤ بڑھا۔ اور سخت شورش ہوئی۔ خود سرپرست جامعہ اشرفیہ حضرت علامہ سید محمد محدث اعظم ہند نے ارشاد فرمایا آپ اس کا داخلہ کرلیں۔ اس عہد کے سرپرست ہی کلی اختیار کے مالک تھے۔ مگر حضور حافظ ملت نے ارشاد فرمایا کمیٹی بادشاہ ہے اور حضرت سرپرست صاحب بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ عبدالعزیز نے ان کو خارج کردیا۔ سرپرست صاحب آپ اپنے قلم سے داخلہ کرلیں۔ میں داخلہ نہیں کرسکتا۔ اپنے اختیارات کے دعویدار اپنے والد محترم کے اس فیصلے پر غور کریں۔ اسلامی ادارے اور مذہبی درسگاہیں، اس طور پر چلائی جاتی ہیں۔ تب دین اور مسلک کا کام ہوتا ہے۔ اپنا گھر جس طرح چاہے آدمی چلائے۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے۔ گل گلزار اشرفیت حضرت سید محمد ہاشمی صاحب جن کا حضرت نے خارجہ کردیا۔ اس وقت تو گویا مبارکپور کو ایک خوفناک آندھی نے گھیر لیا تھا۔ ہر چہار جانب سے داخلہ کا

مطالبہ، لگتا تھا اگر سید محمد ہاشمی کا داخلہ نہ ہوا تو حضرت حافظ ملت کا ہی جامعہ اشرفیہ سے خارجہ ہوجائے گا۔ کمیٹی، اور سرپرست ادارہ حضرت علامہ سید شاہ مختار اشرف صاحب سرکارکلاں موجود ہیں اس وقت بھی حضرت نے یہی جواب دیا میں نے ان کا خارجہ کردیا کمیٹی یا سرپرست صاحب داخلہ کرلیں۔

عزیز حافظ ملت بحر العلوم نے بھی حضرت حافظ ملت کی بصیرت کا نور استعمال فرمایا تھا۔ کہ طالب علم جامعہ میں درس حاصل کرے گا اور سربراہ اعلیٰ کا بھی حکم نافذ ہوجائے گا۔ اور اصول کا بھی پاس ولحاظ برقرار رہے گا۔ اہل مبارکپور کا غصہ وغضب دھمکیاں اور جرأتیں حضور حافظ ملت جیسی شخصیت پر کس طرح ظاہر ہوئی تھیں۔ آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔

بحر العلوم کے خلاف ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے۔ اور بے بنیاد الزامات عائد کرکے رسوا کرنا چاہا۔ جب ہر طرح تھک ہار گئے تو یہ مشہور کیا گیا آپ سربراہ اعلیٰ بننا چاہتے تھے۔ اور اس پروپیگنڈے کی تشہیر بھی بہت کی گئی۔ جبکہ یہ بے بنیاد الزام، جھوٹ اور فریب ہے۔ اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے اس بات کو تسلیم کرلیں۔ پھر قاضی شریعت حضرت علامہ الحاج محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ نے کیا جرم کیا تھا۔ کیا انھوں نے بھی سربراہِ اعلیٰ بننے کی خواہش ظاہر کیا تھا۔ ان کو کیوں جامعہ اشرفیہ سے نکالا گیا۔ اللہ کے اس نیک بندے اور جامعہ اشرفیہ کی اس اولین فصل بہار اور جاں نثار نے رمضان شریف میں سخت گرمی، اور کڑی دھوپ میں تنِ تنہا مبارکپور، کٹرہ، نوادہ، سریاں، رسول پور، ابراہیم پور، خیرآباد، محمد آباد، مئو، ادری، گھوسی، وغیرہ کا چندہ اسی مردِ حق آگاہ نے خود کیا۔ نہ ادارے کی طرف سے ان کے لئے کسی گاڑی کا انتظام اور نہ دو چار سیٹھ ساہوکار کی طرف سے کار کی سہولت، گاڑیوں اور سواریوں پر لٹکتے۔ پٹکتے۔ تھکے، مارے، بیچارے شام تک واپس آتے۔ یہی روزانہ کا معمول، نہ ان چندوں پہ کمیشن، نہ ڈبل تنخواہ کی لالچ، حتیٰ کہ اپنے ذاتی کام کے لئے اشرفیہ کا لیٹر پیڈ یا سادہ کاغذ بھی استعمال نہیں کرتے۔ اپنی جیب سے پیسہ نکالتے اور کاغذ منگاتے۔ ایسا بھی ہوا کہ کچھ مدرسین کی تنخواہ اپنے اکاؤنٹ سے نکال کر ادا فرمایا۔ جس کے گواہ آج بھی موجود ہیں۔ صرف اللہ کی رضا، اور جامعہ اشرفیہ کی خدمت اور بس۔ مبارکپور پہونچنے پر بھی ہجوم کار میں مصروف، کسی کا بل پیمنٹ کرنا ہے۔ مدرسہ کی ضرورت کا سامان منگانا ہے، جو مہمان جامعہ اشرفیہ میں آتے، ان کے افطار وسحری کا انتظام

اپنے گھر سے کرتے۔ مہمان اشرفیہ کے اور مہمان نوازی کا دسترخوان قاضی شریعت کا مکان، سارے اخراجات آپ کی جیب خاص سے ہوتے، میں بھی اس کا گواہ ہوں۔ اور خدا شاہد ہے۔ کبھی بھی واؤچر بنا کر جامعہ اشرفیہ سے رقم وصول نہیں کیا۔ اور اب تو عرس عزیزی میں آئے ہوئے زائرین کے لئے دیگ اپنے گھر لاکر ضیافت کی جاتی ہے۔ نوکر اور ملازم ہمارے ذاتی ہوتے ہیں۔ کھانا اور رہائش مدرسہ اشرفیہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ رمضان شریف میں قاضی شریعت کچھ کام مجھ سے بھی لے لیتے تھے۔ اس لئے یہ باتیں لکھ رہا ہوں۔

جس بے رحمی، بیدردی اور سنگدلی کا برتاؤ کرکے اس وفادار عاشق کو اذیت دی گئی۔ اور حضرت پر جو ظلم ڈھایا گیا۔ آخر اس مردِ صالح، محسن ملت، ہمدرد اشرفیہ کو کس جرم کی پاداش میں اشرفیہ سے انھیں نکالا گیا۔ کیا انھوں نے بھی سربراہ اعلیٰ بننا چاہا تھا۔

اور جامعہ اشرفیہ سے نکالنے کے بعد ان کے چمڑے کے گودام پر ناروا حرکت کے ذریعہ قبضہ کرلیا۔ حضرت نے اس گودام کو محمد یعقوب قریشی سے خریدا تھا۔ جس کا دو بسوہ اپنی اہلیہ کے نام خریدا، اور دو بسوہ کچھ کڑی خشکی نامہ سے خریدا۔ اس کی رقم دیدیا تھا۔ نگر پالیکا سے اس کا نقشہ پاس کرکے تعمیر کرلیا تھا۔ مگر ذمہ دارانِ اشرفیہ نے خفیہ طور سے کچھ دے دلا کر محمد یعقوب قریشی سے رجسٹری کرالیا جو مذہبی ادارہ کے ارکان کے شایانِ شان نہیں ہے۔ حضرت قاضی شریعت کسی قسم کی چارہ جوئی کریں گے۔ ان کو بدنام کیا جائے گا۔ کہ انھوں نے مدرسہ کی زمین پر قبضہ کرلیا ہے۔ جس طرح حضرت بحر العلوم کو بدنام کیا گیا۔ جامعہ اشرفیہ کے وجود میں آنے سے قبل بحر العلوم نے چودہ بسوہ زمین خریدا تھا۔ ہمارے بھائی اس پر کھیتی کرتے تھے۔ آپ کے مستعفی ہونے کے بعد اس زمین پر قبضہ کرکے کھیتی کی گئی۔ فصل تیار ہونے کے بعد جامعہ اشرفیہ کے بچوں کا اس سے رزق حاصل کیا گیا۔ جو ناجائز اور حرام تھا۔ بحر العلوم نے اتمام حجت کے لئے سربراہِ اعلیٰ کے پاس دو آدمیوں کو بھیجا کہ یہ زمین میری ہے۔ آپ حضرات نے اس پر قبضہ کرلیا ہے۔ میں اس کے حصول کے لئے نہ لاٹھی چلاؤں گا، نہ تھانہ پولس اور کورٹ کچہری جاؤں گا۔ البتہ کل میدانِ محشر میں بارگاہِ رب العزت میں فریاد کروں گا۔ اور سب سے مواخذہ کروں گا۔ حقیقت حال سے آگاہی کے لئے ایک کتابچہ "احوال واقعی" کے نام سے

چھاپ بھی دیا۔ ایماندار اور انصاف پسند مبارکپور کے چند مخلصین نے بحر العلوم سے اس زمین کو خریدا۔ حضرت نے دو بسوہ زمین چندے میں عنایت فرمایا۔ اس طرح حق وصداقت کا چاند طلوع ہوا۔ اور انصاف ودیانت کا سورج جلوہ گر ہوا۔

آپ سوچیں ایسی برگزیدہ شخصیتوں پر مظالم کے کیسے کیسے پہاڑ توڑے گئے اور ان کو بدنام کرنے کے لئے سنگین الزامات بھی لگائے گئے۔ اور گھوم گھوم کر ہندوستان میں انھیں رسوا بھی کیا گیا۔ مبارکپوری مخلصین علماء کے خلاف قوم کے ذہن میں نفرتوں کا زہر بھی گھولا گیا۔

فخر القراء حضرت علامہ الحاج قاری محمد یحیٰ صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی حیات کا قیمتی سرمایہ حافظ ملت اور جامعہ اشرفیہ کے عزت ووقار کی بحالی میں نچھاور کردیا۔ اور بال بچوں کی محبتیں اشرفیہ پر قربان کردیں۔ اپنے گھر پر بال بچوں کے ساتھ عید سعید کی خوشیاں کسے عزیز نہیں۔ دور دراز ملکوں سے لوگ عید کرنے اپنے گھر آتے ہیں۔ مگر فخر القراء نے بال بچوں سے دور رہ کر اشرفیہ کی محبت میں اکثر وبیشتر عیدیں قربان کردیں۔ آج کمیشن کی لالچ اور حصول زر کے لئے لوگ اپنے بال بچوں سے دور رہ کر عید منا لیتے ہیں۔ فخر القراء کو نہ کبھی کمیشن ملا اور نہ اس کی لالچ ہوئی۔ صرف اشرفیہ سے محبت وہمدردی، اور بہی خواہی کا سودا سوار تھا۔ اُس وقت اشرفیہ کے خیر خواہوں اور بہی خواہوں اور چندہ دہندوں کا معمولی حلقہ تھا، منی آرڈر سے رقومات کی وصولیابی، یا ڈرافٹ سے آمدنی، آپ کی جفاکشی اور محنت شاقہ کا نتیجہ ہے ہر سال اپنے خود کے ہاتھوں سے سارے معاونین کو خط لکھتے۔ منی آرڈر فارم بھیجتے، اس پر پتہ تحریر فرماتے، سب کا ریکارڈ رکھتے، رقومات کی وصولی پر شکریہ کا خط لکھتے۔ اور رقومات نہ آنے پر بار بار تقاضہ کا خط لکھتے۔ اور ادارہ کی خدمت پر متوجہ کرتے۔ اشرفیہ کے مالیات کی کشتی سخت بھنور میں تھی، فخر القراء نے کافی آسانیاں پیدا کیں۔ آپ کی یہ وہ قربانیاں ہیں کہ اشرفیہ کی ایک ایک اینٹ اس کی گواہ ہے یہ وفادار اشرفیہ، دو، دو اور چار، چار سو روپے کی تنخواہ پر چوبیس گھنٹہ کی ڈیوٹی دیتے۔ نہ ڈبل تنخواہ، نہ کسی اجرت یا کمیشن کی خواہش۔ **فجزاھم اللہ خیر الجزاء**

اس محسن اشرفیہ اور جاں نثار حافظ ملت نے کیا جرم کیا تھا۔ اور ان کی کیا غلطی تھی کب انہوں نے آپ کی سربراہی کی بنیادیں متزلزل کی تھیں۔ کب انہوں نے سربراہ اعلیٰ بننے کا علم بلند کیا تھا۔

جس کی پاداش میں ان کے احسانات کو روند ڈالا گیا۔ ان کی ناقدری کی گئی اور ان کو بھی اشرفیہ سے نکال باہر کیا۔

کس قدر بدلا ہوا تھا ان کا انداز مزاج ۔ گھر جلا شعلے اٹھے، وہ روشنی سمجھا کئے

جن جن شخصیات پر حضرت حافظ ملت کو بھر پور اعتماد، اور کامل بھروسہ تھا۔ اپنے والد محترم کے ان جاں نثار دوستوں کو ایک ایک کر کے دودھ کی مکھی کی طرح نکال باہر کیا، حدیث پاک آپ کے گوش گزار کردوں احفظ ودابیک لاتقطعہ فیطفئ اللہ نورک۔ (تمہارے باپ نے جس کسی سے دوستی کی) تم اپنے باپ کی اس دوستی کی حفاظت کرو، اور اسے کاٹ نہ دو، کہ اللہ تعالیٰ تیرا نور (قلب) بجھا دیگا۔ دوسری حدیث کا صرف ترجمہ پیش ہے۔ جو شخص اپنے باپ کی قبر میں اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہے، تو باپ کے بعد اس کے دوستوں سے نیک برتاؤ کرے۔ اور رشتہ قائم رکھے۔ آپ نے کبھی ان حدیثوں پر غور کیا؟ اور اپنے والد محترم کے کسی دوست اور ساتھی سے محبت ومودت کا تعلق باقی رکھا؟ کاش کہ اپنے عہدہ کا خیال کرتے ہوئے ان احادیث پر غور کرتے اور اس پر عمل کرتے۔

اور صرف یہی نہیں، ان پر غبن اور بے ایمانی کا بدنما داغ لگانے کی کوشش بھی کی۔ راجہ مبارک شاہ مسجد کے آپ خطیب وامام تھے۔ اس مسجد کی آمدنی اور اس کے اخراجات مسجد کی مرمت، صفائی ستھرائی حسب ضرورت تعمیر، وغیرہ آپ کے ذریعہ ہوئی، بار بار تقاضہ کروائے۔ فخر القراء اس کا حساب دیں، فخر القراء نے خاص مسجد میں عوام اہلسنت کے سامنے سارے آمد وخرچ کا حساب پیش فرمادیا۔

پھر بھی ہم نہیں کہتے جامعہ اشرفیہ میں چالیس سال کے دوران اربوں روپے کی آمد اور خرچ ہوئے اس کا حساب چھپائیں، ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ دستور اساسی میں ناظم کی ذمہ داری ہے ہر سال روداد شائع کریں۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے جامعہ اشرفیہ کا سالانہ بجٹ کتنے کروڑ کا ہے معلوم کرائیں، ہم یہ بھی نہیں کہتے مبارکپور کے اہل خیر حضرات سال میں کتنی رقم کا چندہ دیتے ہیں ہمارے علم میں لائیں۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ سہارا بینک میں کروڑہا کروڑ روپے اشرفیہ کے جمع ہیں اس کا حساب چھاپیں۔ البتہ اتنا ضرور کہیں گے۔ قوم نے یہ روپے بینک میں جمع کرنے کے لئے نہیں دئے ہیں۔ کہ کسی صاحب کو اس کے کمیشن کی آمدنی سے مالا مال کیا جائے۔ یہ مسلک ومذہب کی

ترویج واشاعت کے لئے دئے ہیں۔ مگر آپ سوچیں یہ سب کچھ کرنا چاہئے یا نہیں۔

افسوس صد افسوس یہ علمائے ربانیین جاں نثاران اشرفیہ اپنی حیات بھی جامعہ اشرفیہ میں نہیں گزار سکے۔ اور علمائے غیر متعلقین ریٹائرمنٹ کے بعد بھی نئے نئے عہدوں سے سرفراز کر کے روکے جاتے ہیں۔

"بحر العلوم کے شاگرد مسائل جدیدہ کے محقق نے اس المناک، دردناک، اور دلخراش سانحہ کو کس طور سے تحریر فرمایا"۔ مدرسہ ضیاء العلوم گورکھپور، مدرسہ انوار العلوم تلشی پور، تدریس کی خدمات انجام دیں پھر (دار العلوم) اشرفیہ کے مدرس، مفتی، صدر المدرسین، اور شیخ الحدیث ہوئے۔ جب ریٹائر ہونے کا وقت قریب آیا تو شمس العلوم کے شیخ الحدیث وصدر مفتی کی حیثیت سے وہاں تشریف لے گئے۔ لگتا ہے جب ریٹائرمنٹ کا وقت قریب ہوا تو بڑی خوشی ومسرت، اور فرحت وشادمانی کے ساتھ گھوسی تشریف لے گئے۔ آپ نے تو شاگردی کا حق ادا کر دیا۔ ان شخصیات کے لئے بھی اشرفیہ سے ریٹائرمنٹ کا کوئی وقت متعین تھا۔

مبارکپوری مخلص علماء کے خلاف نفرتوں کا زہر کیوں گھولا گیا۔ اور ان پر غاصب اور خائن، جیسے بدترین الزامات کیوں عائد کئے گئے۔ ہم چاہتے ہیں اس کی بھی نقاب کشائی ہو جائے۔

انداز بیاں گرچہ بہت خوب نہیں ہے شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

پچھلے اوراق میں آپ نے، بحر العلوم، قاضی شریعت، اور فخر القراء کی اصول پسندی، مذہب وملت سے ہمدردی اور جامعہ اشرفیہ سے وفاداری، اور جانثاری دیکھ لی، اور پڑھ لی، ان حضرات کی موجودگی میں جامعہ اشرفیہ اور اس کے گراؤنڈ میں ناجائز وحرام، بے ایمانی اور بے انصافی، مظالم اور حقوق کی پامالی، کسی کی ہمت نہیں تھی کہ کر پاتے۔ مثلاً اوقات درس میں مدرسین فاضل گھومتے۔ یا غپ بازی میں اوقات ضائع کرتے۔ جب چاہیں آئیں، جائیں، پڑھائیں نہ پڑھائیں، بچوں کے وظیفہ کی رقم ہڑپ لیں، اور انھیں چندہ کی رسید دیدیں، بچوں سے فیس لیکر تعلیم دیں۔ (یہ اشرفیہ کے دستور کے خلاف ہے) ہفتے دو ہفتے میں چار صفحہ کا "ایڈیٹوریل" لکھنا، بقیہ ٹائم آرام طلبی کرنا، قلمی ادا کارہ کا دفتر میں بیٹھانا، میڈیا کا غیر شرعی پروگرام اشرفیہ میں کرنا، داڑھی منڈے، اور فاسق سے عرس عزیزی میں تقریر کرانا، اور اکابرین اشرفیہ سے انکی تعظیم کرانا۔ حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والے طلبہ کا داخلہ کرنا۔

ایسی غیر شرعی اور بد دیانتی اپنے عہد میں کبھی بھی یہ علمائے ربانیین برداشت نہیں کرتے۔ اور غیر شرعی پروگرام کو ہونے نہیں دیتے۔ اس لئے اپنی راہ میں حائل کانٹوں کو صاف کرنا ضروری تھا۔ اس لئے ان شخصیات پر چوری، اور غبن کا الزام، اور بے بنیاد تہمت لگائی۔ تا کہ قوم کی نظروں میں یہ سرخرو ہوں، اور عوام سے ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے خود کو ایماندار، اشرفیہ کا وفادار، اور عابد شب زندہ دار کی شکل میں پیش کیا۔ اب دھیرے دھیرے ان کے تقویٰ اور تقدس کی ردا تار تار ہونے لگی۔ اور ان کے ظالمانہ اور غیر منصفانہ حرکتوں سے قوم بیزار ہونے لگی ہے۔

۷۲۔۱۹۷۱ جامعہ اشرفیہ کا حادثاتی دور تھا۔ مبارکپور کے انہیں علمائے ثلاثہ نے ہر موڑ پر ڈٹ کر حافظ ملت کا ساتھ دیا۔ اور ہر جگہ سینہ سپر رہے۔ خانوادہ اشرفیہ کے چشم وچراغ گلِ گلزار اشرفیت حضرت علامہ سید مختار اشرف صاحب اور ان کے ہمراہ اہلسنت کی مقتدر شخصیات بھی جلوہ فرما ہوئیں۔ حضرت مولانا قاری محمد یحیٰ صاحب ناظم اشرفیہ کو حکم دیا کہ کمیٹی بلائیں۔ حضرت فخر القراء نے عرض کیا حضور مبارکپور والوں نے حضرت حافظ ملت کو سارے اختیارات دیدئے ہیں۔ اب نہ کمیٹی رہی، اور نہ میں ناظم رہا، اور نہ آپ سرپرست رہے۔ حضرت سرپرست صاحب قبلہ علیہ الرحمہ تھوڑی دیر کے بعد علماء اور مشائخ کے ہمراہ اپنے ایک نیاز مند کے مکان پر تشریف لے گئے۔

الجامعۃ الاشرفیہ کا یہ فلک بوس قلعہ، اس کی رعنائیاں، اس کی بہاریں، انھیں شخصیات کے دم قدم سے قائم ہیں۔ اور جامعہ اشرفیہ کی اسربلندی انھیں حضرات کی قربانیوں اور جانفشانیوں کا صدقہ ہیں۔ اگر حافظ ملت کے ان وفاداروں کی قربانیاں نہ ہوتیں تو آپ کی سربراہی کے سارے تار وپود معدوم ہوتے۔ اور یہ عیش وآرام نصیب نہ ہوتا۔

؎ چیتے کا جگر چاہئے شاہیں کا تجسس ۔ دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لئے تنگ

آخر کیا قصور تھا فخر القراء کا، کیا جرم کیا تھا انھوں نے، کیوں نکالا گیا جامعہ اشرفیہ سے آپ کو۔ کب وہ مدعی تھے سربراہِ اعلیٰ بننے کے۔

؎ جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

اور افسوس کہ ان کے وصال کے بعد بھی ان کی قربانیوں، جاں نثاریوں اور کارناموں

فراموش کیا جارہا ہے۔ اوران کے جذبۂ اخلاص ومحبت کو خاموشی کے ساتھ دفن کیا جارہا ہے۔

؎ کیا یونہی جگمگاتے ہیں منزل کے راستے ۔ لاکھوں چراغ خونِ شہیداں سے آئے ہیں

ان آنکھوں نے جو دیکھا، ان کانوں نے جو سنا، محبین جامعہ اشرفیہ اور مخلصین اہلسنت وجماعت کی عدالت میں پیش کردیا۔ انصاف اور دیانت سے مطالعہ کریں۔

ایک مذہبی پیشوا، دینی رہنما، اور اتنے بڑے ادارے کے سربراہ کے پیش نظر، اسلامی حکمراں کا کردار، اور خود صاحب شریعت حضرت رسالت مآب کی زندگی کے تابندہ نقوش کی پیروی اور تابعداری لازم ہے، ان کا عمل بھی ہمارے سامنے رہے۔ قوم نے ہمیں عزت اسی لئے دی ہے کہ ہم مذہب ومسلک کے پیروکار ہیں۔ دین اور شرع کے اصول پر گامزن ہیں۔ ناجائز اور حرام کاموں سے دوری اور نفرت ہے۔ اگر ہم غلط کاموں میں رشوت خوری اور ناجائز وحرام کاموں میں شریک ہوں تو اپنے ہاتھوں ہماری عزت کی بربادی اور اپنے وقار کو ختم کرنا ہوگا۔

(۱) خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں رعایا کی خبرگیری کررہے ہیں۔ کسی دروازے سے بچوں کے رونے کی آواز پر رک گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک بوڑھی ماں نے دروازہ کھولا۔ پوچھا بچے کیوں رورہے ہیں۔ عرض کرتی ہیں۔ آپ کو کیا بتاؤں وہ عمر (رضی اللہ عنہ) خلافت کی گدی پر چین کی نیند سو رہا ہے۔ اسے کسی کے دکھ درد کا کیا احساس، کسی غزوہ میں ان بچوں کا باپ شہید ہوگیا۔ میں دکھیاری بیوہ کیا کرتی۔ بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔ آگ پر دیگچی رکھ دیا ہے، اس میں پتھر ڈال دیا ہے، بچے یہ دیکھ کر کھانا پک رہا ہے۔ تسلی کرکے سو جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس گھر آئے۔ غلہ اور خورد ونوش کا سامان اپنی پیٹھ پر لاد کر بیوہ کے گھر آئے۔ سارا سامان اس کے حوالہ کیا۔ بڑھیا دعا دیتی ہے، اور کہہ رہی ہے۔ بیٹا خلافت کی گدی پر تو تمہیں بیٹھنا چاہئے تھا، یہ عمر رضی اللہ عنہ کو کس نے بیٹھا دیا۔ آپ اندر تشریف لے گئے لکڑیاں جلایا، کھانا تیار کیا، ان بچوں کو جگا کر کھانا کھلایا۔ وہ خوش ہوکر مسکرانے اور ہنسنے لگے۔ آپ رب العزت کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے تیرے بندے عمر سے نادانستگی میں بھول ہوگئی۔ اور یہ بچے بھوکے سو گئے۔ یا اللہ ان بچوں کی مسکراہٹ کے طفیل مجھے معاف فرما اور بخش دے۔ ادھر وہ بڑھیا گڑگڑا رہی ہے، پروردگار

میری بھی خطائیں معاف فرما جو میں نے خلیفۃ المسلمین کو سخت وسست کہا۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غنیمت کا مال تقسیم فرمایا۔ اس چادر میں کسی کا کرتہ تیار نہیں ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی چادر کا کرتہ پہن رکھا تھا۔ کسی نے کہا یہ بے انصافی ہے، خلیفۃ المسلمین دو چادر لیں۔ اور اپنی رعایا کو ایک دیں۔ اپنے وقت کا عظمت وجلال والا خلیفہ ارشاد فرماتا ہے، میں نے اپنے بیٹے کے حصہ کی چادر مانگ لی، اس لئے میرا کرتہ تیار ہوگیا۔ اللہ اکبر

(۳) سید عالم تاجدار عرب وعجم ﷺ کی بیٹی خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا، کاشانۂ اقدس میں حاضر ہوئیں۔ آپ تشریف فرمانہ تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ہاتھ کے گھٹے بتائے اور کندھوں کے نیل دکھائے۔ اور مشقت بھری زندگی کا حوالہ دیکر، ایک باندی مجھے مل جائے تو مجھے یک گونہ سکون حاصل ہوتا۔ آپ کو جب اس کی خبر دی گئی تو آپ نے خاتونِ جنت کے گھر پہونچ کر ان سے کہا جان پدر ابھی احد کے یتیموں کے انتظام سے فرصت نہیں ملی ہے۔ ان کے انتظام سے پہلے محمد اپنے گھر والوں کے لئے کوئی انتظام نہیں کرسکتا۔ اس طرح عدل محمدی کا نظارہ کرایا۔

(۴) ایک دفعہ خود ہی اپنی ذات کو معیار عدل وانصاف پر پیش فرمادیا۔ مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ اپنے مرض الموت میں مسجد میں اس حال میں تشریف لائے کہ فرق اقدس پر پٹی بندھی ہوئی ہے، آپ منبر پر تشریف لائے۔ پند ونصائح کے بعد گویا ہوئے، لوگو میں نے تمہارے ساتھ زندگی گزاری ہے، کسی کا کوئی حق کسی قسم کا مجھ پر ہو، مثلاً کسی کو کسی قسم کی تکلیف مجھ سے ہوئی ہو۔ وہ بدلہ لے لے، میں قصاص کے لئے تیار ہوں۔ آپ نے پھر وہی بات دہرائی۔ ایک صحابیٔ رسول کھڑے ہوئے۔ یارسول اللہ اس عالم علالت میں آپ سے قصاص لینے کی ہمت کیسے ہوسکتی ہے۔ لیکن یارسول اللہ آپ نے بار بار تاکید فرمائی ہے۔ اس لئے تعمیل ارشاد میں گزارش ہے، آپ نے غزوۂ بدر میں کوڑا چلایا جو مجھے لگ گیا۔ میں اسی کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ آپ منبر سے زمین پر تشریف لائے اور حکم دیا، کوڑا لایا جائے۔ اس لئے نہیں کہ اس سے کسی مجرم کو سزا دی جائے۔ بلکہ اس لئے کہ ایک امتی، اپنے نبی سے انتقام لے سکے۔ کوڑا لایا گیا۔ صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ جب آپ کا کوڑا مجھ کو لگا تھا، میری پیٹھ ننگی تھی۔ حضور آپ بھی اپنی پشت انور برہنہ فرمالیں۔ آپ نے ردائے مبارک ہٹادی۔

حضرات آپ چشم تصور سے ملاحظہ فرمائیں۔ سرور دو عالم مالک کونین، علالت ونقاہت کا وہ عالم، کہ بے سہارے چلنا دو بھر، لیکن انصاف کا اتنا اہتمام کہ بیمار پشت انور برہنہ کردی، زمین سکتہ میں پڑ گئی ہوگی، اور آسمان حیرت میں، ملاء اعلیٰ کے فرشتے لرز رہے ہوں گے۔ اور گروہ صحابہ کے دلوں کے ٹکڑے اڑ گئے ہوں گے۔

کوئی اور موقع ہوتا تو جاں نثار آنکھ دکھانے والوں کی آنکھ نکال لیتے۔ انگلی اٹھانے والوں کا ہاتھ قلم کر دیتے۔ خود رحمت عالم کا حکم ہے۔ میری علالت کی پرواہ نہ کرو۔ میرے منصب کا لحاظ نہ کرو۔ میں اسلام کے عدل وانصاف کا نمونہ قائم کرنے والا ہوں۔ قریب تھا کہ قیامت ٹوٹے اور عالم کا نظام درہم برہم ہو، وہ عاشق جانباز کوڑا پھینک کر پشت انور سے لپٹ گیا۔ اور مہر نبوت کو چومنے لگا۔

ان واقعات میں اخوت ومحبت، نرمی اور مروت، انصاف اور دیانت اور حقداروں کے حقوق کا کیسا پاس ولحاظ ملحوظ ہے۔ جامعہ اشرفیہ میں آپ کے ماتحت کتنے ایسے اساتذہ اور ملازمین موجود ہیں، جسے آپ کے بے رحم ہاتھوں نے انھیں سرکاری ملازمت سے محروم رکھا ہے۔

پیغمبر انسانیت نے اپنی لخت جگر سے ارشاد فرمایا۔ جان پدر ابھی "احد" کے یتیموں کے انتظام سے فرصت نہیں ملی، ان کے انتظام سے پہلے محمد ﷺ اپنے گھر والوں کے لئے کوئی انتظام نہیں کرسکتا۔ حضور حافظ ملت اگر ہوتے تو کبھی ایک اعلیٰ استاذ کے ریٹائرمنٹ پر اپنے شہزادے کا تقرر نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ آپ کا نبیرہ۔ یہ درس میں کتنا وقت دیتے ہیں۔ اور کیا پڑھاتے ہیں۔ ان کی بھی مصروفیات معلوم کر لی جائیں۔ ان سے کوئی سوال کرنے والا بھی نہیں ہے۔ کیا دیانت داری ختم ہو چکی ہے۔

جامعہ اشرفیہ نے ایک عظیم الشان اسپتال کھول رکھا ہے۔ جس سے قوم کی خدمت ہو رہی ہے۔ یہ ایک اہم اقدام، اور شاندار کارنامہ ہے۔ حضور حافظ ملت کے عہد میں یہ کام ہوا ہوتا تو وہ کبھی بھی اپنے پوتے، کو اس اسپتال کا انچارج نہیں بناتے۔ اور اپنے ہی خاندان والوں کو اشرفیہ انٹر کالج میں چھ، سات دوکانوں پر قبضہ نہیں دیتے۔ کہ وہ ملازمت سے بھی مالا مال ہوں، اور دوکانوں کے بھی وہی حقدار ہوں۔

حضور حافظ ملت تو اللہ کے ایسے ولی، اور خاص الخاص بندے تھے، کہ انھوں نے اپنی حیات میں اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا اور سربراہی کے عہدہ کے لئے کسی کا انتخاب نہیں فرمایا۔ جبکہ

انھیں اس کا پورا پورا حق تھا۔ آپ کے وصال کے بعد فوراً ایک تعزیتی جلسہ ہوا، غم والم کے ماحول میں سربراہی کا اعلان ہو گیا۔ وبس،

حضور حافظ ملت کے شہزادے، ان کے جگر کے ٹکڑے اور موجودہ سربراہ اعلیٰ کے حقیقی بھائی حافظ عبد القادر صاحب مرحوم چالیس سال سے بلا ناغہ اپنے والد کے عرس میں تشریف لاتے عام زائرین کی طرح اِدھر اُدھر بھٹکتے، اس ذات والا صفات کے لئے **اشرفیہ کی اتنی بڑی عمارت میں** ایک کمرہ کا انتظام بھی نہیں کیا گیا کہ حضرت کے مریدین، متوسلین، معتقدین، **ان سے مل سکیں،** ملاقات کرسکیں۔ اور وہ بھی صرف دو دن کے لئے۔ رحم ومروت کا جذبہ اپنے **حقیقی بھائی کے۔ لئے بھی** بیدار نہ ہوسکا۔ وہ بیچارے غریب بھی تھے۔ اور مسکین طبع بھی، نادار بھی تھے اور حاجتمند بھی، کاروباری دقت، اور معاشی پریشانیاں بھی، آپ نے کبھی ان پر ترس کھالیا ہوتا۔ کبھی ان کے حال زار پر رحم آگیا ہوتا۔ اپنے خون کے بھائی کے لئے جذبۂ اخوت ومحبت، ہمدردی ومروت بیدار ہو گیا ہوتا۔ اشارہ کرنے والوں نے اشاروں سے، زبان سے کہنے والوں نے زبان سے کہا کہ حافظ عبد القادر صاحب کو اشرفیہ میں رکھ لیں۔ مگر انھیں نہیں رکھا۔ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کے شہزادگان میں خدا کرے ان بچوں کے لئے آپ کے دل میں رحم ومروت، محبت ومؤدت بیدار ہو جائے، اور وہ بھی کسی سرکاری ملازمت سے سرفراز کر دئے جائیں۔

تلاش قاتل انسانیت میں نکلے تھے ۔ نشاں لہو کے ملے آدمی کے دامن میں

حضور اکرم ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ اور مدینہ پاک پہونچے، آپ کے جاں نثار صحابہ بھی دھیرے دھیرے آپ کے گرد جمع ہوئے۔ مہاجرین لٹے پٹے، بے سروسامانی کی حالت میں حاضر ہوئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں رشتۂ اخوت قائم فرمایا۔ انصار نے فراخدلی کے ساتھ **جائداد** میں، باغات میں، اہل وعیال میں، اپنے مہاجر بھائی کو حصہ دار بنایا۔ غزوۂ حنین میں بہت **زیادہ غنیمت** کے اموال حاصل ہوئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے سارے اموال مہاجرین پر تقسیم کر دئے۔ **اور انصار**، ان عطایا سے بالکل محروم رکھے گئے۔ حالانکہ مشکل کے وقت میں انھیں کو پکارا **گیا تھا۔ اور وہی اڈ کر** آئے تھے۔ اور حضور ﷺ کے ساتھ ملکر اس طرح جنگ لڑی کہ شکست

فاش شاندار فتح میں تبدیل ہوگئی۔

انصار حزن واضطراب میں ہیں۔ ان میں بہت سی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ شدہ شدہ یہ خبر حضور تک پہونچی۔ آپ کے حکم سے انصار کے لوگ جمع کئے گئے۔ حضور ﷺ ان کے پاس آئے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا۔ کیا میں تمھارے پاس آیا اس حال میں کہ تم گمراہ تھے۔ اللہ نے تمھیں ہدایت دی۔ تم محتاج تھے اللہ نے تمھیں غنی بنادیا۔ تم باہم دشمن تھے، اللہ نے تمھارے دل جوڑ دئے۔ انصار بولے کیوں نہیں اللہ اور رسول کا بڑا کرم وفضل ہے۔ اے انصار بولو تم اپنے دل میں ایک حقیر سی گھاس کے لئے ناراض ہوگئے۔ اے انصار کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ لوگ اونٹ، بکری لے جائیں۔ اور تم رسول اللہ ﷺ کو لیکر اپنے ڈیروں میں پہونچو۔ اس ذات کی قسم اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصاری کا ایک فرد ہوتا۔ اگر سارے لوگ ایک راہ چلیں اور انصاری دوسری راہ چلیں تو میں بھی انصاری کی راہ چلوں گا۔ اے اللہ انصار پر رحم فرما۔ اور اے مہاجرین میں تمھیں انصار سے نیکی کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ وہی ہیں جنھوں نے (مدینہ طیبہ) میں ہجرت کے گھروں میں ٹھکانہ بنایا۔ تم سے پہلے ایمان لائے۔ تم ان سے احسان کرو۔ باخبر رہو ان پر خود کو ترجیح نہ دو۔ باخبر رہو جو یہ پسند کرتا ہے کہ کل میرے پاس آئے اسے چاہئے کہ وہ ناجائز باتوں سے اپنی زبان اور اپنے ہاتھ کو روکے۔

حضور اکرم ﷺ نے مؤلفۃ القلوب کے طور پر اس طرح کیا تھا۔ جس حکمت کو انصار سمجھ نہیں سکے۔ انصاریوں کے اس اضطراب کو سرکار نے کس طرح احسان وتشکر میں تبدیل فرمادیا۔

موجودہ سربراہ اعلیٰ سے مبارکپوری طلبہ اشرفیہ میں داخلہ کی سفارش کریں۔ تو جواب ملتا ہے۔ مبارکپوری بچے پڑھتے کہاں ہیں۔ اور ان کو آتا بھی کیا ہے۔ خوش قسمتی سے چند ایک بچوں کا داخلہ کرلیا تو ان کے اساتذہ ان بچوں پر طنز کرتے ہیں۔ فقرے کستے ہیں۔ دیکھو آرہا ہے مبارکپوری، جاؤ جاکر کرگھہ چلاؤ، ساڑی تیار کرو۔ یہ خالہ بوبو کا گھر نہیں ہے۔ چندہ صرف مبارکپور والے ہی نہیں دیتے۔ پورے ہندوستان سے چندہ آتا ہے۔ اور جو مدرسین بیس پچیس سال سے پڑھا رہے ہیں وہ سرکاری ملازمت کے لئے خوشامد کریں۔ تو ان کو ملامت کریں تمھیں آتا ہی کیا ہے، تم پڑھاتے ہی کیا ہو۔ آخر بیس پچیس

سال سے ایسے مدرس کو رکھا کیوں گیا۔ اس میں مدرسہ کی بدخواہی ہے۔ اور مجمع عام میں مبارکپوری انصاریوں کو اس طرح رسوا کرتے ہیں۔ تم لوگ چندہ ہی کیا دیتے ہو، یہ دیکھو کتنا چندہ لیکر آئے ہیں۔

بات ہوتی گلوں تک تو سہہ لیتے ہم ۔ اب تو کانٹوں پہ بھی حق ہمارا نہیں

آقائے دوعالم ﷺ کا کتنا واضح ارشاد ہے۔ اے مہاجرین میں تم کو انصار سے نیکی کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ وہی ہیں جنھوں نے مدینہ طیبہ میں ہجرت کے گھروں میں ٹھکانہ بنایا۔ تم سے پہلے ایمان لائے، تم ان سے احسان کرو۔ باخبر رہو ان پر خود کو ترجیح نہ دو۔ باخبر رہو جو پسند کرتا ہے کہ کل میرے پاس آئے اسے چاہئے کہ وہ ناجائز باتوں سے اپنی زبان اور اپنے ہاتھ کو روکے۔ اے اللہ انصار پر رحم فرما۔

آپ کے والد محترم! حضور حافظ ملت نے ہر آن، ہر لمحہ اور ہر گھڑی پیغمبر اسلام ﷺ کے یہ احکام پیش نظر رکھے، اور اس پر عمل پیرا رہے۔ اور اسے حرز جان بنائے رکھا۔

اے اللہ جامعہ اشرفیہ میں اسلامی ماحول قائم فرما۔ اور ہر طرح کی بے انصافی اور بد دیانتی سے محفوظ فرما۔ ہر قسم کے ناجائز اور حرام کاموں سے دور ونفور رکھ، اس ادارے میں مبارکپور کے ہر بچہ کا داخلہ آسان فرما۔ یا اللہ یہ مبارکپوری بچے صدر المدرسین صاحب سے کھانا نہیں مانگتے۔ ان سے رہنے کی جگہ نہیں مانگتے، یہ صرف تعلیم کی بھیک مانگتے ہیں، پروردگار ان کے دلوں کی سختیوں کو بدل کر ان میں رحم ومروت کا جذبہ پیدا کردے۔ یا اللہ یہ لوگ مبارکپور کی جامع مسجد میں، اور عرس حافظ ملت کے اسٹیج سے نعرہ لگاتے ہیں۔ آدھی روٹی کھائیں گے، بچوں کو پڑھائیں گے۔ اس نعرہ میں سچائی اور اخلاص پیدا کردے۔ تاکہ یہ مبارکپوری بچے دین حنیف کی تعلیم سے آراستہ ہوں اور تیرے دین کی خدمت کریں۔ اور یا اللہ انھیں حضور حافظ ملت کے نقش قدم کی پیروی نصیب فرما۔ آمین۔

از بھوجپور ضلع مرادآباد۔
عبدالعزیز عفی عنہ
۲۴رشعبان ۷ےھ

محب محترم جناب مولانا عبدالمنان صاحب سلمہ المولیٰ تعالیٰ

دعائے خیر وسلام مسنون۔ بخیریت مکان پہونچا۔ آپ کو تکلیف دیتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ پہلی فرصت میں انجام دیں گے۔ دعانامہ کے ساتھ معاونین مدرسہ کی فہرست ہے اور روداد سے ان کا پورا پتہ تحریر کردیجئے۔ ان سب معاونین کو ایک ایک خط دارالعلوم کی جانب سے اس مضمون کا تحریر کردیجئے کہ امسال دارالعلوم کے مصارف بہت زیادہ ہوئے۔ تعمیری مد میں بھی کافی خرچ ہوا۔ آئندہ سال اس سے زائد مصارف سامنے ہیں۔ خاص توجہ فرمائیں۔ اور زیادہ سے زیادہ امداد فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔ از دفتر دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور۔ مہر بھی لگادی جائے۔

نوٹ: ڈاک کے مصارف آپ اپنے پاس سے خرچ کریں۔ میں آکر ادا کردوں گا۔ والد صاحب وحاجی صاحب وغیرہ کو سلام ودعا کہہ دیں۔ فقط

۷۸۶

محب محترم جناب مولانا مفتی عبدالمنان صاحب سلمہٗ

دعاء خیر وسلام مسنون آپ کے مکان کی تعمیر کس حد تک پہنچی سلیپ لگ گیا۔ دعا ہے کہ خداوند کریم اپنے فضل وکرم سے پایۂ تکمیل کو پہونچائے۔ آمین۔ اس طرف دیانبہ کی طرف سے یہ مشہور کیا جارہا ہے کہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔ آپ اس مسئلہ پر مکمل فتویٰ لکھ چکے ہیں۔ اس کی نقل یا ضروری اقتباس روانہ کریں۔ والد صاحب کو سلام مسنون بچوں کو دعاء

والسلام عبدالعزیز عفی عنہ ۱۳ررمضان ۸ےھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بموقعۂ عرس بحر العلوم منعقدہ ۱۶ر محرم ۱۴۳۷ھ مطابق ۳۰ر اکتوبر ۲۰۱۵ء

امام احمد رضا ایوارڈ

بخدمت گرامی

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی مبارکپوری

[illegible]

جزاہ اللہ تعالیٰ جزاء حسنا، وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم وآلہ وصحبہ الافخم اجمعین۔ آمین ثم آمین!

منجانب

محمد سعید نوری واراکین رضا اکیڈمی ۲۶ کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی ۳

منقبت

در شان شیخ الاذکیا، بحر العلوم، حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان مبارکپوری

یکے از تلامذہ .... قمر بستوی، بوسٹن، امریکہ

خموش ہے وہ عظیم پیکر جو علم وحکمت لٹا رہا تھا
وہ زنگ خوردہ دلوں کے شیشے علوم سے جگمگا رہا تھا
وہ کوئی آزر نہیں تھا لیکن تراشا کرتا تھا سنگ خارا
وہ علم وحکمت سے پتھروں کو حسین پیکر بنا رہا تھا
وہ نابغہ تھا وہ عبقری تھا، غزالی، رازی وابہری تھا
وہ فکر ودانش کا بحر شیریں، سخن سے اپنی بہا رہا تھا
اصول وتفسیر وفلسفہ ہو، حدیث ومنطق ہو کہ بیاں ہو
فنون علم وادب کے موتی وہ زندگی بھر لٹا رہا تھا
وہ اپنے اسلاف کا امیں تھا اسی لئے تو جہاں کہیں تھا
محاذ ومنبر پہ ہر جگہ وہ نشان عظمت دکھا رہا تھا
قمرؔ مزاج ادب شناسی میں کوئی ہمسر نہیں تھا اُس کا
اُجالے سب کو وہ بانٹا کرتا جو اس کی خدمت میں آ رہا تھا

BAHRUL ULOOM URS COMMITTEE

Mubarakpur Azamgarh